الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان
ماہنامہ
# اشرفیہ
مبارک پور
اگست 2022ء
ashrafiamonthly@gmail.com
https://aljamiatulashrafia.in

## عاشورہ محرم کے معمولات

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ وہ دن ہے کہ جس کی یہود اور عیسائی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَائِلِ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ .“(مسلم، مشکوٰۃ، ص:۱۷۹) اگر میں سالِ آئندہ دنیا میں باقی رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اسی لیے فقہاے کرام فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نویں اور دسویں دونوں تاریخ کو روزہ رکھے۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص عاشورا کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ پوری سورہ گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کے لیے نور کا منبر بنائے گا۔

(نزہۃ المجالس، ج:۱، ص:۱۸۱)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عَیَالِهٖ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ لَمْ یَزَلَ فِی سِعَةٍ سَائِرَ سَنَةٍ.“ جو شخص عاشورے کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کرے گا سال بھر تک برابر کشادگی میں رہے گا۔(ماثبت بالسنۃ، ص:۱۰)

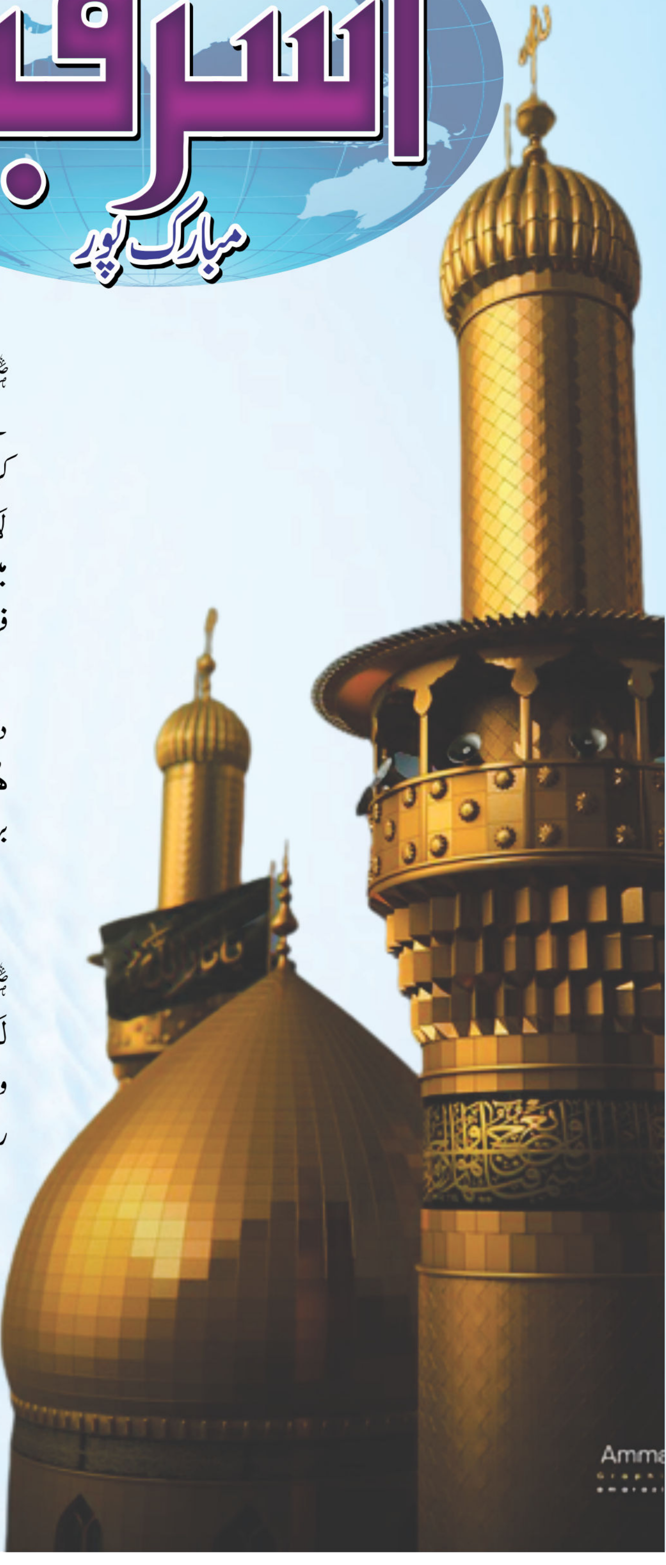

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ**

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

# اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

**عبدالحفیظ عزیزی**

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

**THE ASHRAFIA MONTHLY** Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 8

اگست 2022ء

محرم الحرام 1444ھ

**مجلس ادارت**

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

**مجلس مشاورت**

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

**ترسیل زر و مراسلت کا پتہ**

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

**زرِ تعاون**

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

**نوٹ:** آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

# نگارشات


| | | | |
|---|---|---|---|
| اداریہ | عبادت وریاضت میں میانہ روی | مبارک حسین مصباحی | 3 |
| | **مطالعۂ قرآن** | | |
| تفہیم قرآن | دورِ جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات (چوتھی قسط) | مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری | 7 |
| | **فقہیات** | | |
| آپ کے مسائل | کیا فرماتے ہیں علماے دین؟ | مفتی محمد نظام الدین رضوی | 8 |
| | **نظریات** | | |
| فکر امروز | یکساں سول کوڈ ایک تجزیاتی مطالعہ | محمد شعیب رضا نظامی فیضی | 10 |
| | **اسلامیات** | | |
| شعاعیں | ماہِ محرم الحرام اور یوم عاشورا | حافظ افتخار احمد قادری برکاتی | 12 |
| | امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت واستقامت | محسن رضا ضیائی | 14 |
| | **سماجیات وسیاسیات** | | |
| آئینۂ وطن | مسجد گیان واپی، پس منظر وپیش منظر | مولانا ملک الظفر سہسرامی | 17 |
| | **شخصیات** | | |
| انوار حیات | صدر الافاضل ایک عظیم داعی وناشر | مولانا محمد عرفان قادری | 22 |
| | **سفرنامہ** | | |
| جادہ ومنزل | سفرنامۂ عرب (دوسری قسط) | خالد ایوب مصباحی | 25 |
| | **ماہ نامہ اشرفیہ** | | |
| ربطِ باہم | پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری اور ماہ نامہ اشرفیہ | مبارک حسین مصباحی | 30 |
| | **یادِ دوست** | | |
| یادوں کے چراغ | آہ! نقادِ من شرر بے شرر مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (آخری قسط) | محمد انور علی سہیل فریدی | 36 |
| | **بزمِ دانش** | | |
| فکر ونظر | ہندوستانی مسلمانوں کی حالت زار اور اس کا تدارک | شمیم رضا اویسی/اسد رضا | 41 |
| | **ادبیات** | | |
| گوشۂ ادب | سہ ماہی "المنتہٰی" کا تحفظ ختم نبوت اور بابو پیر بخش لاہوری نمبر | سید صابر حسین شاہ بخاری قادری | 45 |
| تجزیہ | تاریخ مباحثۂ لاہور | سید صابر حسین شاہ بخاری قادری | 48 |
| نقدونظر | فروغ نعت شمارہ (۱) | تبصرہ نگار: مفتی محمد اعظم | 49 |
| خیابان حرم | نعتیں | ریاض حسین چودھری/مہتاب پیامی | 52 |
| | **وفیات** | | |
| سفر آخرت | قاری غلام غوث الوری کا سانحۂ ارتحال | مبارک حسین مصباحی/مولانا محمد عرفان قادری | 53 |
| | **مکتوبات** | | |
| صداے بازگشت | سید صابر حسین شاہ بخاری قادری/مبارک حسین مصباحی/سید صابر حسین شاہ بخاری قادری | | 55 |
| | **سرگرمیاں** | | |
| خیر وخبر | تعزیتی اجلاس/علامہ ہاشم نعیمی کا انتقال پر ملال | | 56 |

# عبادت و ریاضت میں میانہ روی

مبارک حسین مصباحی

یہ ایک ناقابل تردید سچائی یہ ہے کہ ایک بندہ مومن کے لیے عبادت و ریاضت میں بلند مقام حاصل کرنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ عابدین و زاہدین کا مقام ہر عہد میں اعلیٰ رہا ہے، صحابۂ کرام ہوں یا اغواث و ابدال، خانقاہوں میں زہد و رع کے پیکر ہوں یا مدارس کے علماے ربانیین، فیضانِ الٰہی بھی حسبِ مراتب ان پر خوب برستا ہے اور رحیم و کریم آقا ﷺ کی رحمتوں کے بادل بھی ان پر سایہ فگن رہتے ہیں، ان نیکوں کی برکتوں سے امتِ مسلمہ بھی روحانی اور، علمی میدانوں میں سرخرو رہتی تھی اور اقتصادی اور سیاسی محاذوں پر بھی کامیاب و کامراں رہتی تھی۔ آج جو دنیا میں عام طور پر مسلمان ہر محاذ پر پیچھے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں میں ذوق عبادت کا فقدان اور ریاضت سے محرومی ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی حق ہے کہ بعض افراد وقتی طور پر عبادت و ریاضت میں عزم و حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر ان کا ذوقِ جنون یہ وقتی ہوتا ہے، وہ تاحیات اس پر قائم رہنے سے عاجز اور ناکام رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ پسندیدہ ہے جس میں ہمیشگی ہو، اگرچہ کم ہی ہو۔ اللہ کریم کے پیارے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ.“ بارگاہ الٰہی میں اعمال میں دائمی عمل زیادہ پسندیدہ ہے اگرچہ کم ہی ہو۔

امت مسلمہ میں مختلف انداز کے افراد پائے جاتے ہیں، پابند شرع نیک اور صالح بھی ہوتے ہیں، بے عمل اور بد عمل بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بے عملوں اور بد عملوں کو ہدایت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ مگر ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی تقوی شعاری میں غلو کرتا ہے، عمل تو کرتا ہے مگر مظاہرۂ عمل بھی خوب کرتا ہے، ریاکاری اور خود نمائی بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔ صالحین کو عمل صالح کرنا چاہیے مگر دکھاوا، ریاکاری اور مکاری سے سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ نیک اعمال کرنا اچھی اور بہت اچھی بات ہے مگر ریاکاری اور خود نمائی ناپسندیدہ اور مردود عمل ہے۔ مسئلہ صرف اپنی خوش عملی کا نہیں بلکہ اس کے ساتھ وہ دیگر حضرات پر طعن و تشنیع بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان تمام احوال سے ہم سے زیادہ آپ واقف ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ” طٰهٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ○ “(طٰہٰ، آیت:۱، ۲)

اے محبوب! ہم نے قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

نیز ارشاد فرمایا: ”یُرِیْدُ اللہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ “(البقرہ: آیت ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس سلسلے میں ہم ذیل میں چند احادیث نقل کرتے ہیں:

## رسول کریم ﷺ کو ایسی عبادت پسند ہے جس میں ہمیشگی ہو:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ عورت کون ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا یہ فلاں عورت ہے جس کی نماز کا چرچا رہتا ہے۔ آپ نے بطور تنبیہ فرمایا: رک جاؤ، حسبِ طاقت عبادت کرو، اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاؤگی۔ اور آپ نبی اکرم ﷺ کو ایسی عبادت پسند تھی جسے کرنے والا ہمیشہ کرے۔

( صحیح بخاری کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح / صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح لمن تافت نفسه اليه)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کوئی بندہ مومن اگر اپنی عبادت و ریاضت میں شہرت حاصل کر لے تو یہ اچھی بات تو ہے مگر اسے اپنی عبادت میں ہمیشگی اختیار کرنا چاہیے۔ جوشِ عبادت میں چند روز عمل کرنا کوئی کمال نہیں، بلکہ عبادت و ریاضت کم ہو مگر اس میں دوام اور ہمیشگی برقرار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو ثواب عطا کرنے اور بحر کرم سے دریا بہانے میں کوئی کمی نہیں، معاملہ عامل اور عابد کا ہے کہ وہ اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے تھک جاتا ہے اس کا جوش سرد پڑ جاتا ہے، اس لیے حدیث پاک میں یہ الفاظ وارد ہیں:


mubarakmisbahi@gmail.com

"وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَوَامَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ." رسول اللہ ﷺ کو وہ دینی عمل زیادہ پسند ہے جس میں عمل کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے۔

## تین صحابہ کا تاعمر لمبی عبادتوں کا عہد کرنا:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے تین شخص ازدواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے وہ نبی اکرم ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھتے تھے، جب انہیں بتایا گیا تو ایسا معلوم ہوا گویا کہ وہ اسے تھوڑا سمجھتے ہیں، کہنے لگے ہمارا حضور ﷺ سے کیا مقابلہ ہے آپ کے سبب تو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے، پھر ایک نے کہا؛ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا؛ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا؛ میں عورتوں سے علاحدہ رہوں گا کبھی شادی نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا تم نے فلاں فلاں باتیں کی ہیں۔ سن لو! بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ میری امت سے نہیں۔ ( صحیح بخاری ، کتاب التھجد، باب ما یکرہ من التشدد فی العبادۃ/ صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین باب امر من نعس فی صلاتہ)

اس حدیث میں ہے تین صحابۂ کرام امہات المومنین کی قیام گاہوں کی جانب آئے، وہ سرکار ﷺ کی عبادت و ریاضت کے بارے میں دریافت کر رہے تھے، انہیں جب معلوم ہوا تو انہوں نے خاموش لہجے میں کم تصور کیا اور اس کی خوبصورت توجیہ فرمائی کہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے ذنب کو معاف کر دیا گیا اور خود دعوے دار ہوئے کہ ایک نے کہا کہ میں زندگی بھر پوری پوری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، اور تیسرے نے دعوی کیا کہ میں عورتوں سے کنارہ کش رہو گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ یہ باتیں ہمارے آقا ﷺ سے کسی نے بتائی نہیں بلکہ غیب داں رسول ﷺ کو ساری باتوں کا علم ہو گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا:"وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ. اللہ کی قسم میں آپ لوگوں سے زیادہ ہے اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں اور آپ لوگوں سے زیادہ پرہیزگار بھی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں ﷺ:"فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ". جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔

ہمارے رسول ﷺ نے اعتدال اور میانہ روی کا درس دیا اور کنارہ کشی کی صورت میں اپنی بے تعلقی کا اظہار بھی فرمادیا

## زیادہ تکلف کرنے والے ہلاک ہو گئے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تکلف کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم باب هَلَكَ المتنطعون)

واضح رہے کہ یہاں "المتنطعون" سے مراد وہ افراد ہیں جو شریعت میں شدت اختیار کرتے ہیں، ہر دینی معاملے میں غلو کر کے یہ خاموش یا ظاہری یہ پیغام دیتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہے، اس پر عمل کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ آقا ﷺ نے تین بار زور دے کر تاکید کے ساتھ بیان فرمایا؛ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْن. یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

## دین کو اپنے عمل سے خوفناک نہ بناؤ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا دین آسان ہے، اور جو شخص سختی کی راہ اختیار کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے لہٰذا سیدھی راہ چلو، میانہ روی اختیار کرو خوش رہو صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کے ذریعہ مدد مانگو۔

(صحیح بخاری ، کتاب المرضیٔ باب تعنی المریض الموت)

آقا کریم ﷺ نے فرمایا:"اَلدِّيْنُ يُسْرٌ" دین آسان ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں شریعت کی راہ بڑی مشکل ہے، یہ انداز فکر غلط ہے دین و شریعت پر عمل کرنا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (قرآن) کسی بھی جان کو اللہ تعالیٰ اس کی طاقت کے مطابق مکلف فرماتا ہے۔
ہاں مگر بعض لوگ دین و شریعت میں اپنے اقوال و اعمال سے سختی پیدا کرتے ہیں، حالاں کہ دین ان پر غالب آجاتا ہے اور وہ مغلوب ہو جاتے ہیں، اس لیے آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سیدھا راستہ اختیار کرو، میانہ روی اپناؤ اور خوش رہو، صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور مدد مانگو۔

## ہشاش بشاش نماز پڑھو، جب تھک جاؤ تو سو جاؤ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ آپ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یہ رسی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے، جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسے کھول دو، تم ہشاش بشاش ہو کر نماز پڑھا کرو جب تھک جاؤ تو آرام کرو۔
(بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من التشدد فی العبادۃ / مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلاتہ)
اس حدیث کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو، جب تک مزاج و طبیعت میں فرحت و انبساط ہو تو عبادت کرو، جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جاؤ اور اپنے وجود پر جبر کر کے عبادت نہ کرو۔

## جب اونگھ آئے تو سو جاؤ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو حالتِ نماز میں اونگھ آئے تو اسے سو جانا چاہیے، یہاں تک کہ نیند چلی جائے کیوں کہ نیند لگنے کی حالت میں نماز پڑھنے والا نہیں جانتا کی شاید وہ بخشش مانگتے مانگتے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ (بخاری، کتاب الوضوء باب الوضوء من النوم / مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلاتہ)
اس فرمانِ رسول ﷺ کا واضح تقاضا یہ ہے کہ غلبۂ نیند میں زبان ہی نہیں دل و دماغ بھی ماؤف ہو جاتے ہیں۔ انسان کہنا کچھ چاہتا ہے اور زبان سے نکلتا اس کے خلاف ہے، اس لیے میانہ روی کا داعیہ بھی یہی ہے کہ جب نیند اور خمار طاری ہو تو بندۂ مومن کو سو جانا چاہیے، یہی حق اور سچ ہے، اسی پر عمل کرنا اسلام کا حقیقی تقاضا ہے۔

## سرکار ﷺ کی نماز اور خطبہ مختصر ہوتا تھا:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا، آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ (مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰۃ و الخطبة)
واضح رہے کہ خطبہ میں سنت یہ ہے کہ مختصر کیا جائے، اس کی حد حضرت علامہ شامی وغیرہ نے طوال مفصل کی سورتوں کی مقدار رقم فرمائی ہے۔ (شامی، بحر الرائق، فتاویٰ عالم گیری)

## حقوق اللہ کے ساتھ دیگر حقوق بھی:

حضرت وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان، حضرت ابو دردا کے ہاں گئے تو ام الدردا (اہلیہ) کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا، فرمایا: "یہ کیا حالت ہے؟" ام دردا نے جواب دیا، بھائی ابو دردا کو دنیا کی کچھ حاجت نہیں (پھر جب) ابو دردا آئے تو ان (سلمان) کے لیے کھانا لگایا، فرمایا کھائیے، میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان نے فرمایا، جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں نہیں کھاؤں گا، انھوں نے بھی کھایا۔ جب رات ہوئی تو ابو دردا عبادت کے لیے چل پڑے۔ حضرت سلمان نے فرمایا سو جاؤ، وہ سو گئے، پھر اٹھ کر چل دیے۔ سلمان نے فرمایا: سو جاؤ۔ رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان نے فرمایا اب اٹھو۔ اب دونوں نے اکٹھے نماز ادا کی۔ حضرت سلمان نے فرمایا۔ بے شک تمھارے پروردگار کا تم پر حق ہے، تمھارے نفس کا تم پر حق ہے، تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے، لہٰذا ہر حق دار کو اس کا حق دو۔ حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا

واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔ (بخاری، باب من اقسم علیٰ اخیہ لیفطر فی التطوع، باب منع الطعام التکلف للضیف)

اس روایت میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مواخاتی بھائی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہد و تقویٰ میں غلو سے باز رکھا اور فرمایا: بھائی ایک بندۂ مومن پر اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہیں اور اسی کے ساتھ دیگر حقوق یعنی حقوق العباد بھی ہیں۔ شریعت کی روشنی میں ان حقوق کی ادائیگی بھی عبادت ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید و توثیق فرمائی، بلکہ دوسری روایت میں ہے کہ آقا علیہ السلام نے بھی اپنے پیارے صحابی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے دُہرائے۔

## دائمی روزہ رکھنا اور رات بھر قرآن پڑھنا:

ایک روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ، لیکن میرا ارادہ نیک ہے، آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو، کیوں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور مہینے میں قرآن مکمل کرو، میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی! مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، آپ نے فرمایا پھر بیس دنوں میں پورا پڑھو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا دس دنوں میں ختم کرو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا سات دنوں میں ختم کرو، لیکن اس پر اضافہ نہ ہو۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے شدت کی راہ اختیار کی پس سختی میں مبتلا ہوا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمھیں علم نہیں کہ عمر طویل ہو جائے، فرماتے ہیں: پس میں اسی طرح ہو گیا ہوں جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، جب مجھے بڑھاپا آیا تو مجھے پسند آیا کہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کرتا۔

(بخاری، کتاب الصوم/ مسلم کتاب الصیام باب النھی عن صوم الدھر)

یہ روایت صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے، انھوں نے عہد کیا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور ہر شب قرآن عظیم پڑھوں گا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صومِ داؤدی رکھو، یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن ترک کرنا۔ اور صرف سات دن میں قرآن عظیم مکمل کرو۔ بڑھاپے میں حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احساس ہوا، کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا۔

## جن نذروں کا پورا کرنا ممکن نہیں وہ جائز نہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا ہے، آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابۂ کرام نے بتایا، یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ میں جائے گا اور نہ کسی سے گفتگو کرے گا اور (ہمیشہ) روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کہو گفتگو کرے، سائے سے لطف اندوز ہو، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذور فیما لا یملك وفی معصیة)

اس روایت میں ایک صحابی نے ایسی نذریں مانیں جن کا پورا کرنا ممکن نہیں، اسی لیے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کھڑے ہوئے دیکھ کر اس کے بارے میں سوال کیا۔ صحابۂ کرام نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ یہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سائے میں آئے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مروہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد"۔ کلام کرے، کلام نہیں کرے گا تو سلام کا جواب کیسے دے گا، نماز میں تلاوت کیسے کرے گا، دھوپ میں کھڑا رہنا بھی ممکن نہیں، آخر نماز پڑھے گا قعدے کس طرح کرے گا۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں جو نذر ممکن نہیں وہ جائز نہیں۔

مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ اسلام ایک پاکیزہ اور فطری مذہب ہے، اس کے احکام پر عمل کرنا مشکل نہیں بلکہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے، ان میں ان لوگوں کے لیے بھی درسِ عبرت ہے جو ضرورت سے زیادہ اپنے کمزور بدن پر بوجھ ڈال لیتے ہیں، حالاں کہ مذہبِ اسلام کے مسائل آسان ہیں، ان پر عمل کرنا ایک بندۂ مومن کے لیے آسان ترین ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا اور آخرت میں کامیابیاں اور سرفرازیاں عطا فرمائے آمین۔ *****

تفہیم قرآن

چوتھی قسط

# دور جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری*

اس آیت مبارکہ میں جہالت ونادانی کے بطن سے پیدا ہونے والی ایک مخصوص رسم سے روکا گیا، اور اس بات کی تعلیم دی گئی کہ حالت احرام میں گھروں کے دروازوں سے اندر آؤ، پیچھے سوراخ بنا کر داخلے کی زحمت نہ کرو، ساتھ ہی اس زعم فاسد کی بھی بیخ کنی کی گئی کہ خود ساختہ رسومات کی پاس داری کا نام تقوی نہیں ہے، تقوی تو اللہ ورسول کے احکام کی بجا آوری کا نام ہے، اور یہی دنیا وآخرت میں نیک نامی اور کامیابی کا راز بھی ہے۔

### وقوف عرفہ میں تساہل:

مناسک حج کی ادائیگی اور مشاعر مقدسہ کی تعظیم کے سلسلے میں قبائل عرب کے انداز بڑے مختلف تھے، کچھ صحیح، کچھ غلط، اور کچھ قابل اصلاح تھے، قرآن کریم نے ہر جگہ خلق خدا کی صحیح رہنمائی فرمائی، اور غلط رسومات سے کلی اجتناب کی دعوت دی، ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [البقرة 199]

(اے قبائل قریش!) پھر تم بھی وہاں سے وقوف مکمل کر کے روانہ ہو جاؤ جہاں سے دوسرے لوگ روانہ ہوتے ہیں، اور اللہ سے معافی مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے تحت بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

كانَتْ قُرَيْشٌ ومَن دانَ دِينَها يَقِفُونَ بالمُزْدَلِفَةِ، وكانُوا يُسَمَّوْنَ الحُمْسَ، وكانَتْ سائِرُ العَرَبِ يَقِفُونَ بعَرَفاتٍ، فَلَمّا جاءَ الإسْلامُ أمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ أنْ يَأْتِيَ عَرَفاتٍ، ثُمَّ يَقِفَ بها، ثُمَّ يُفِيضَ مِنْها، فَذلكَ قَوْلُهُ ثُمَّ أفِيضُوا مِن حَيْثُ أفاضَ النّاسُ .

یعنی قریش اور ان کے ہم خیال قبائل مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے، اور خود کو متصلب بتاتے تھے، جب کہ سارے قبائل عرفات میں وقوف کرتے تھے، جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی کو عرفات میں وقوف کا حکم دیا، اور فرمایا کہ وقوف عرفہ کے بعد ہی وہاں سے کوچ کرو، اسی کے لیے فرمایا: ثُمَّ أَفِيضُوا مِن حَيْثُ أَفاضَ النّاسُ.

وقوف عرفہ کے سلسلے میں قریش اور ان کے ہم خیال قبائل کا عمل دوسروں سے بالکل مختلف تھا، کیوں کہ وہ خود کو اہل اللہ اور حرم کا پاسباں گردانتے تھے، حدود حرم سے باہر عرفات میں وقوف کو حرم کی بے حرمتی سمجھتے تھے، اسی لیے حدود حرم میں رہتے ہوئے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور جب دوسرے حجاج، مزدلفہ کے راستے حرم کے لیے روانہ ہوتے تو ان کے ساتھ ہو لیتے، اور اپنے اس عمل کو حرم سے گہری وابستگی کی دلیل سمجھتے تھے۔

لیکن قریش اور ان کے ہمنوا قبائل کا یہ عمل انتہائی مذموم اور غلط تھا، اسی لیے اللہ رب العزت نے اس غلط رسم کو ختم کرنے اور وقوف عرفہ کا اہتمام کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [البقرة 199]

(اے قبائل قریش!) پھر تم بھی وہاں سے وقوف مکمل کر کے روانہ ہو جاؤ جہاں سے دوسرے لوگ روانہ ہوتے ہیں، اور اللہ سے معافی مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

### مشعر حرام کے قریب فخریہ قصائد:

دور جاہلیت کا یہ معمول تھا کہ حج سے فراغت کے بعد جانور ذبح کرنے کے وقت حاجی حضرات جمع ہوتے، اپنی شجاعت و بہادری، اور سخاوت وفیاضی کا ذکر کرتے، اپنے باپ دادا کے کارنامے شمار کراتے، اپنے قبیلے کے فضائل و مناقب بیان کرتے، دوسروں کو نیچا دکھاتے، اپنی برتری ثابت کرتے، خوب فخریہ اشعار اور قصائد سناتے، اس طرح خاندانی وجاہت اور قبائلی عصبیت کو فروغ دیتے تھے، قرآن مجید نے ان تمام خرافات سے دور رہنے اور۔۔۔ **(باقی ص: 51 پر)**

* استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

# آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

## وقف میں خیانت کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ہماری جامع مسجد کے صدر زید اور سابق سیکریٹری خالد ان دونوں نے قبرستان کے بینک اکاؤنٹ سے 14 لاکھ روپے اور کفن کے بینک اکاؤنٹ سے آٹھ لاکھ روپے اور کچھ پیسے مسجد کے اکاؤنٹ سے مسجد کی دو کانوں میں جو دو غیر مسلم کرائے پر تھے، انھیں نکالنے کے لیے دیے۔

مسئلہ اس کا در اصل یہ ہے کہ مسجد کی دو دکانیں کافی دن سے دو غیر مسلموں کے پاس تھیں، جب ان دونوں صدر اور سیکریٹری نے ان سے خالی کرنے کو کہا تو انھوں نے بڑی لمبی رقم کا مطالبہ کیا جو انھوں نے قبرستان اور کفن کے اکاؤنٹ سے دیا جب کہ قبرستان کا اکاؤنٹ الگ ہے جس میں قبرستان ہی کا پیسہ رہتا ہے اور کفن اکاؤنٹ الگ ہے جس میں کفن کا پیسہ رہتا ہے اور مسجد کا اکاؤنٹ الگ ہے جس میں مسجد کا چندے وغیرہ کا پیسہ رہتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مزید مذکورہ دونوں صدر اور سیکریٹری نے مسجد کے لیٹر پیڈ پر غیر قوم عیسائی کی مرغی کی فیکٹری کو حلال سرٹیفکیٹ دیا اور مسلمانوں کو دھوکا دیا جب کہ وہاں کا ذبیحہ غیر شرعی ہے، کچھ دن پہلے مسجد کے سابق سیکریٹری خالد نے بلا ضرورت بغیر کسی کے مشورے کے قبرستان میں بچوں کی قبروں پر بلڈوزر چلایا سعودی عرب کی وہابی حکومت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور اس میں جو پیسہ خرچ ہوا وہ سب مسجد کا پیسہ تھا تو اس شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے اور جو پیسہ اس نے بلڈوزر چلانے میں مسجد کا خرچ کیا اس پیسے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اور ان کے علاوہ بھی ان دونوں یعنی صدر زید اور سابق سیکریٹری خالد کی بہت سی باتیں خلاف شریعت شہر کے لوگوں کے درمیان مشہور ہیں یہ لوگ طبیعت پر عمل کرنے والے ہیں، کیا یہ دونوں لوگ مسجد کے ممبر صدر وغیرہ بن سکتے ہیں وہ بھی ایسی مسجد جو مسلک اعلیٰ حضرت والوں کی ہے، جس کے ایجنڈے میں لکھا ہوا ہے کہ اس مسجد کے ممبر صدر وغیرہ مسلک اعلیٰ حضرت والے ہی ہوں گے جو مسلک اعلیٰ حضرت کے اصول و قوانین ہی کی روشنی میں کام کریں گے:

(1) جو لوگ وہابیوں دیوبندیوں سے دوستی رشتے داری رکھتے ہیں، ان کی حمایت کرتے ہیں، اگر اپنا عالم رد وہابیہ کرے تو اس کو برا بھلا کہتے ہیں کیا ایسے لوگ سنی مسجد جو مسلک اعلیٰ حضرت والی ہو اس کے ممبر بن سکتے ہیں؟

(2) ہماری سنی جامع مسجد میں کفن کا بھی انتظام رہتا ہے، شہر کے سارے لوگ ہماری مسجد ہی سے وقت ضرورت کفن خریدتے ہیں، اسی لیے کفن اکاؤنٹ اس رقم کی حفاظت کے لیے ہے، بکر اس کفن کے کپڑے پر کمیشن کھاتا ہے، یہ بات خود اس کے بھائی سابق سیکریٹری خالد اور صدر زید نے بتائی، یعنی اس بات پر پروف موجود ہے اور یہ بکر ابھی سنی جامع مسجد کا ممبر بھی ہے تو کیا ایسا شخص مسجد کا ممبر بن سکتا ہے؟

کیا ایسے غیر معتبر دنیادار طبیعت پسند لوگ سنی جامع مسجد جو مسلک اعلیٰ حضرت والوں کی ہے اس کے ممبر بن سکتے ہیں؟ جب کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے وفادار شریعت پسند سنی صحیح العقیدہ لوگ موجود ہیں، سنی جامع مسجد ہمارے شہر گوا کی مرکزی مسجد ہے جو یہاں پر ہوتا ہے شہر میں لوگ اسی کو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن کافی دنوں سے طبیعت پسند ممبروں اور ذمہ داروں کی وجہ سے سنیت کا بہت نقصان ہوا ہے اور ابھی بھی ہو رہا ہے، بد مذہب خوب موقع کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسجد اور مسلک کی حفاظت کے لیے جو بھی شریعت کا حکم ہو آسان الفاظ میں بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

**الجواب:** (1) زید اور خالد کے جو کرتوت مستفتی نے بیان کیے ہیں وہ اگر صحیح ہیں تو وہ دونوں واجب العزل ہیں کہ دونوں خائن ہیں۔

قبرستان اور کفن کے بینک اکاؤنٹوں کے 22 لاکھ روپے نکال کر مسجد کی دو کان کرایہ داروں سے خالی کرانے کے لیے انہیں دیا بڑی خیانت اور حرام و گناہ ہے۔ یہ اور خالد دونوں پر فرض ہے کہ جلد از جلد قبرستان کے روپے اس کے بینک اکاؤنٹ میں اور کفن کے روپے اس کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دیں اور مجمع مسلمین میں علانیہ تائب ہوں۔

یہ بھی ایک خیانت ہے کہ ان دونوں نے مسجد کے لیٹر پیڈ پر غیر حلال مرغی کی فیکٹری کو حلال کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ ساتھ ہی یہ مسلمانوں کے ساتھ فریب بھی ہے۔ حدیث نبوی میں ایسے والی کے لیے وعید آئی ہے۔

مسلم شریف میں ہے:عن الحسن ، قال : عاد عبيد الله بن زياد، معقل بن يسار المزني في مرضه الذي مات فيه، قال معقل : إني محدثك حديثاسمعته رسول الله ﷺ لو علمت أن لي حياة ما حدثتك ، إني سمعت رسول الله ﷺ يقول : "ما مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اَللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ، وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اَللهُ عَلَيْهِ اَلْجَنَّةَ."(الصحيح لمسلم، ج 1 كتاب : الإيمان، باب : الوالي الغاش لرعيته)

ان خیانتوں کی وجہ سے دونوں کو ان کے منصب شرعی سے معزول کردینا واجب ہے۔

ہم یہاں اس کے ثبوت میں فتاوی رضویہ سے دو مختصر فتاویٰ نقل کرتے ہیں، یہ فتاویٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے ہیں جو مسلک اہل سنت کے ترجمان ہیں اور اسی بنا پر ان کی طرف مسلک اہل سنت کو منسوب کرکے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"(تولیت کے لائق وہ ہے کہ دیانت دار، کارگزار ہوشیار ہو، جس پر دربارہ حفاظت و خیر خواہی وقف اطمینان کافی ہو، فاسق نہ ہو جس سے بطمع نفسانی یا بے پروائی یا ناحفاظتی یا انہماک لہو ولعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، بدعقل یا عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کر سکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے، فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار، کارگزار، مالدار ہو ہرگز لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے، ولہذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فسق کرے، واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین، متدین کو سپرد کیا جائے پھر دوسرا تو دوسرا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: قال في الاسعاف: ولا يولي الا امين، قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود. وكذا تولية العاجز لان المقصود لايحصل به. (ردالمحتار، كتاب الوقف، داراحياء التراث العربي، بيروت3/385)

در مختار میں ہے: أو ينزع وجوبا - بزازية- (لو) الواقف -درر- فغيره بالاولى (غير مامون) او عاجز او ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه، فتح. (الدر المختار ، كتاب الوقف، 1/383)

(فتاوی رضویہ ج12، ص 357، 358، کتاب الوقف، باب المساجد، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

فتاوی رضویہ میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

"متولی اور منتظم پر اتباع شرع و شرائط ضروری ہے، ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں، اور اگر کریں تو مسلمانوں کو ان کی مزاحمت چاہیے ہے، اور اگر خیانت یا ان کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دیے جائیں۔

در مختار میں ہے: "ينزع وجوبا ولوالواقف فغيره بالأولى غير مأمون".(الدر المختار كتاب الوقف، 8/383)

غبن و تغلب یقینی درکنار، اگر مظنون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابل اعتراض۔

در مختار میں ہے: لاتلزم المحاسبة في كل عام و يكتفي القاضي منه بالإجمال لو معروفا بالأمانة ولو متهما يجبره على التعيين شيئا فشيئا. (الدر المختار، كتاب الوقف (فصل: براى شرط الواقف الخ، 1/392)

( فتاوی رضویہ، ج 2، ص 391، 392، کتاب الوقف، باب المساجد، امام احمد رضا اکیڈی، بریلی). واللہ تعالی اعلم

(2) قبور مسلمین پر بلڈوزر چلوانا حرام وگناہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی توہین ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں متعدد احادیث اور فقہی جزئیات میں سخت احکام بیان کیے گئے ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ مسلم کی حرمت زندہ و مردہ برابر ہے۔ اس لیے بھی یہ واجب العزل ہیں۔ ان کی پناہ، مسلم اموات کو بھی پامال کر رہے ہیں اور احکام شریعت کو بھی۔

مسلم شریف میں ہے:عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "لأن يجلس احدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلصن إلى جلده، خير له من أن يجلسن على قبر". ( الصحيح لمسلم، كتاب : الجنائز، باب: النهي عن الجلوس على القبر، والصلاة عليه) والله تعالى اعلم

(3) بکر کفن کے کپڑے پر کمیشن لیتا ہے اس کا سبب کیا ہے:

کیا وہ کپڑے خریدنے اور بیچنے کے لیے تگ ودو کرتا ہے، دکانوں پر جاتا اور دوکانداروں سے رابطہ کرتا، بھاؤ طے کرتا اور خریدتا ہے یا رکن کمیٹی ہونے کی وجہ سے کمیشن لیتا ہے۔ کمیشن اجرت کا دوسرا نام ہے جب کوئی کام نہیں تو اجرت کیسی، اجرت لینا حرام ہے اور اس تقریر پر وہ بھی مستحق عزل ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ کے درج بالا اقتباس سے عیاں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(2) سنی مسجد کا رکن سنی ہی کو بنانا ضروری ہے جو سنی نہ ہو یا مشکوک ہو اس کے ہاتھ میں اختیار نہ دیا جائے، اگر کوئی ایسا آ گیا ہو تو اس کی اصلاح کریں خدا کرے وہ اصلاح پذیر ہو جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔۔

آئینۂ وطن

# یکساں سول کوڈ، ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد شعیب رضا نظامی فیضی

وطن عزیز ہندوستان میں ایک عرصہ دراز سے یکساں شہری قانون(Uniform Sivil Code)نافذ کرنے کی جدوجہد جاری ہے اور مسلسل ملک کا ایک طبقہ جس میں بڑی تعداد ہندوؤں کی اور کچھ مسلمانوں کی ہے اسے نافذ کرنے کے لیے ذہن سازی کی سعی پیہم کر رہا ہے اور موجودہ دور میں اسکے نفاذ کے لیے ہمارے ملک کا ایک سیاسی طبقہ کچھ زیادہ ہی بیقرار نظر آرہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ اس کی مخالفت کر رہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یکساں سول کوڈ ہے کیا؟ اور مسلمان (خاص طور پر) اس کی شدید مخالفت کیوں کرتا ہے؟

یکساں سول کوڈ(Uniform Sivil Code) در اصل وہ قوانین ہیں جو کسی مخصوص خطہ زمین کے باشندوں کی سماجی اور عائلی زندگی کے لیے بنائے گئے ہوں، ان قوانین کے تحت ہر فرد کی ذاتی اور خاندانی زندگی کے معاملات آتے ہیں اور ان قوانین کے نفاذ میں کسی شخص کے مذہب، اسکی تہذیب و تمدن کا اور رسم و رواج کا خیال نہیں کیا جاتا ہے، سبھی مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ اور رہا یہ سوال کہ مسلمان اسکی مخالفت کیوں کرتا ہے تو اسکا جواب بالکل واضح ہے کہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے مذہبی آزادی مسلوب ہوجائے گی جبکہ ہمارا ملک ایک ایسا چمن ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے بسیرا ڈالتے ہیں اور ہر مذہب کا اپنا الگ دستور ہے لہذا اگر سبھی پر ایک ہی دستور نافذ کیا جائے گا تو نہ صرف مسلم طبقہ حرج میں پڑے گا بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی بھی مذہبی آزادی چھن جائے گی۔

دیگر اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر یکساں سول کوڈ کو نافذ بھی کر دیا جائے تو وہ کون سا قانون ہوگا؟ کس مذہب کی ترجمانی کرے گا، کس دھرم کے مطابق ہوگا؟ یہ بات تو ظاہر کہ کسی ایک دستور میں سبھی مذاہب کی مطابقت نہیں ہو سکتی اسے صرف کسی ایک مذہب کی حمایت حاصل ہوگی اور مساوات کا نعرہ لگانے والے حضرات نے موقع در موقع اسکی وضاحت بھی کر دی ہے کہ "یکساں سول کوڈ" وہ "ھندو کوڈ" ہوگا جیسا کہ سابق مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر نے ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "ھندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ھندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائے گی اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگئے جو ہماری پچاسی فی صد آبادی کے لیے ہو تو باقی آبادی پر اسے نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی۔"

متذکرہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حکومت اور حامی طبقہ یکساں سول کوڈ کے بہانے "ھندو کوڈ" نافذ کرنے کی فراق میں ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ "ھندو کوڈ" کے بجائے "مسلم پرسنل لاء" یا دیگر مذاہب کے پرسنل لاء کو یکساں سول کوڈ بنایا جائے گا تو اس طریقہ کار سے دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگوں کے جذبات مجروح ہونگے لہذا یہ قطعی ناپسندیدہ امر ہے کہ ملک کے غیر مسلم شہریوں کی مذہبی آزادی ختم کر دی جائے اور انکے شخصی قوانین کو مٹا کر جبراً ان پر اسلامی قوانین یا دیگر مذہبی قوانین نافذ کیا جائے اور رہی بات کسی ایسے قانون کی جو سبھی مذہبوں کی ترجمانی کرے تو اسکے لیے یکساں سول کوڈ کی ضرورت نہیں بلکہ ملک میں پہلے سے ہی الگ الگ مذاہب کے ماننے والوں کے لیے کچھ الگ الگ قانون بنے ہیں مثلاً ھندو میریج ایکٹ(Hindu Marriage Act)، ہندو سکسیشن ایکٹ(Hindu Succession Act)، ھندو ایڈاپشن اینڈ مینٹینینس ایکٹ( Hindu Adoption and Mainteenance Act) نامی کئی طرح کے الگ قانون ہیں جبکہ مسلمانوں کے لیے "مسلم پرسنل لاء" ہے اور عیسایئوں کے لیے الگ پرسنل لاء ہے تو اب یکساں سول کوڈ کی ضرورت ہی نہ رہی۔

### رہنما اصول برائے قانون میں تضاد اور اسکا ممکنہ حل:

ھندوستانی دستور کے رہنما اصول میں یکساں سول کوڈ کا ذکر دفعہ44(Article 44) میں کیا گیا ہے" The state shall

استاذ دار العلوم امام احمد رضا بندیشر پور، اسکا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی

"endeavour to secure a Uniform sivil code throughout the territory of India" (ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون ہو) جبکہ دفعہ 25 میں یہ بات بھی موجود ہے کہ "Subject to public order,morality and helth and to the other provisions of this part, All persons are equally entited to freedom of conscience and the right freely to profess,prachse and propagate religion" (امن عامہ، اخلاق، صحت اور اس قسم کے دوسرے احکام کے تابع رہ کر تمام لوگوں کو ضمیر کی آزادی، مذہب کے اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسکی اشاعت کا مساوی حق ہوگا) مطلب یہ ہے کہ دونوں دفعات میں تضاد ہے حکومت اگر دفعہ 44 پر عمل کرے گی تو دفعہ 25 پر عمل ممکن نہیں اور دفعہ 25 پر عمل پیرا ہو تو دفعہ 44 کی خلاف ورزی ہوگی لہذا اس تضاد کی صورت میں کوئی ممکنہ حل تلاش کرنا ضروری ہے جس سے کہ دونوں دفعات پر عمل کیا جا سکے، جس کی ایک تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ دفعہ 25 کے مطابق تمام لوگوں کو مذہبی آزادی دے دی جائے اور دفعہ 44 کو سبھی پر یکساں نافذ نہ کرکے ہر مذہب کا الگ لیکن یکساں پرسنل لاء بنادی جائے جس سے کہ پورے ملک میں اس مذہب کے ماننے والے سبھی لوگ اسپر عمل کریں اور رہی بات اسکے برعکس کی تو خیال رہے کہ جب ایوان بالا میں 1950ء کو دستور کے رہنما اصول کی ورق گردانی ہورہی تھی اور جب دفعہ 44 کی خواندگی ہوئی تو کافی ہنگامہ ہوا تھا اور اسی موقع پر ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے یہ بات کہی تھی کہ "یہ محض حکومت کو اختیار دیا جارہا ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہبی شخصی قوانین کو ختم کردینا ضروری ہوگا، خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونی چاہیئے کہ صرف اختیار مل جانے سے حکومت اسپر عمل کے لیے اصرار کرے گی"۔

## دیگر ممالک اور یکساں سول کوڈ:

یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی حمایت میں حامیان یکساں سول کوڈ کی جانب یہ حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ کئی ایسے ممالک (مسلمہ) ہیں جہاں یکساں سول کوڈ نافذ ہے پس جب ان دیگر ممالک (مسلمہ) میں یکساں سول کوڈ نافذ کیا جاسکتا ہے تو ہمارے ملک میں کیوں نہیں؟

اس حوالہ کی تحقیق کے لیے اولاً ذیل کا نقشہ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ ان ممالک کی آبادی میں اکثریت واقلیت فرقہ میں آبادی کا تناسب کتنا ہے:

| ممالک | اکثریت فیصد | اقلیت فیصد | حوالہ |
|---|---|---|---|
| پاکستان | 96.4٪ | 3.6٪ | est 2010* |
| بنگلہ دیش | 89.1٪ | 10.9٪ | est 2013* |
| ملیشیا | 61.3٪ | 38.7٪ | est 2010* |
| مصر | 90٪ | 10٪ | est 2015* |
| سوڈان | 97٪ | 3٪ | wikipedia 2018 |

*The world factbook

مندرجہ بالا نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ ملیشیا کو چھوڑ کر کوئی ایسا ملک نہیں جس میں اقلیت (Minority) کا تناسب آبادی 20 بیس فی صد ہو لہذا ان ممالک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے میں زیادہ حرج نہیں ہے لیکن ہمارے ملک میں اقلت 1.20 بیس عشاریہ ایک فی صد ہے جس سے بڑا حرج پیدا ہوجاتا ہے نیز ان ممالک کی کل آبادی بھی ہمارے ملک کی طرح 125 کروڑ نہیں۔

## اتحاد یا اختلاف مقصد کیا؟

ملک کی ترقی و خوشحالی کے لیے اتحاد اور قومی یکجہتی ایک اہم ضرورت ہے اور ہندوستان میں سکونت پزیر مختلف فرقوں کے درمیان دوستی، خیر سگالی اور باہمی رواداری کے جذبہ کو فروغ دینا بہترین ملکی خدمت ہے لیکن قومی یکجہتی کے نام پر مذہبی قوانین کو آڑے ہاتھوں لینا باشندگان وطن کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا ہے جو کہ اتحاد نہیں بلکہ اختلاف وفساد کی اہم جڑ ہے اور ملک کی سالمیت کے لیے بڑا خطرہ ہے کیونکہ قومی یکجہتی اور سیکولرزم کا یکساں سول کوڈ سے ایک حد تک کوئی تعلق ہی نہیں مشاہدہ ہے کہ آج تک ملک میں کبھی دو الگ فرقوں کے درمیان نکاح، طلاق اور وراثت کا مسئلہ نہیں الجھا اس لیے کہ دو الگ فرقہ کے افراد کے درمیان نکاح اور رشتہ ہوتا ہی نہیں تو طلاق و وراثت کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوگا۔ لہذا حکومت اور حامیان یکساں سول کوڈ کو تنگ نظری کی بجائے وسعت فکر اور تعصب پرستی کو بالائے طاق رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ باشندگان وطن کو کس طرح ملی و قومی مسائل میں یکجا کیا جائے نہ کہ مذہبی مسائل میں یکجا کرنے کی کوشش کر ملک کے اتحاد کا شیرازہ بکھیرنا چاہیئے۔☆☆☆

شعاعیں

# ماہ محرم الحرام اور یومِ عاشورا

(حافظ) افتخار احمد قادری برکاتی

ماہ محرم الحرام زمانہ قدیم سے ہی قابلِ احترام سمجھا جاتا رہا ہے- عربوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بات بات پر ایک دوسرے کی گردن اڑا دینے والے جاہل، قدم قدم پر خون کی ندیاں بہانے والے بیوقوف، معمولی معمولی باتوں پر پشت ہاپشت سے لڑنے والی قوم ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے ہی اپنی تلواروں کو جھکا لیتی تھیں- جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو اس ماہ مبارک کے فضائل میں چار چاند لگ گئے- تاریخی اعتبار سے ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو اس ماہ مبارک کی فضیلت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں- کہتے ہیں کہ عاشورہ کے دن کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، دریاؤں، لوح وقلم کو اور حضرتِ آدم و حوا کو عاشورہ ہی کے دن پیدا فرمایا- اور اسی دن حضرتِ آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے، اور اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی- خاص طور سے اس ماہ مبارک کی دسویں تاریخ کو جسے یومِ عاشورہ کہتے ہیں اس دن بہت سارے حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے- جیسے حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اسی دن ہوئی، اور اسی دن حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود گلزار ہوئی، اور اسی دن حضرتِ سیدنا ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی، اسی دن حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی، اور اسی مبارک دن میں حضرتِ سیدنا یوسف علیہ السلام کنویں سے نکلے، اسی دن حضرتِ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی، اور اسی دن حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے- (عجائب المخلوقات، صفحہ نمبر/44)

اسی دن حضرتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا، اور قیامت بھی اسی روز آئے گی، اسی دن اللہ رب العزت نے عرش پر اپنی شان کے مناسب استوا فرمایا، اور اسی دن پہلی بارش اور پہلی رحمت نازل ہوئی- (غنیۃ الطالبین، جلد/دوم/صفحہ نمبر/53)

اسی دن اللہ رب العزت نے کرسی کو قلم و آسمان کو پیدا فرمایا، اور اسی دن حضرتِ سیدنا ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا، اور اسی دن اللہ رب العزت نے پہاڑوں کو اور سمندروں کو پیدا فرمایا-

(غنیۃ الطالبین، جلد نمبر/دوم، صفحہ نمبر 53)

اور عاشورہ ہی کے دن اصحابِ کہف کروٹیں بدلتے ہیں-

(غنیۃ الطالبین، جلد اول/صفحہ نمبر 145)

مسلمانانِ اہل سنت وجماعت کو چاہیے کہ اس مقدس ماہ کے بابرکت دن کو لغویات میں نہ گزار دیں، بلکہ عبادت و ریاضت صدقات و خیرات و نوافل میں زیادہ اپنے قیمتی اوقات کو صرف کریں، کیوں کہ عاشورہ ایک بزرگ دن ہے اس میں ہر ایک نیک کام بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے- جیسے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا بڑے ثواب کا کام ہے-

حضرتِ سیدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص عاشورہ کے دن یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ رب العزت اس کے لیے یتیم کے سر پر ہر بال کے عوض ایک ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا- (غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر/53)

ویسے بھی کسی یتیم کے ساتھ محبت و الفت کرنا باعثِ اجرِ عظیم ہے، خواہ عاشورہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو- حضرتِ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص محض اللہ رب العزت کی رضا کے لیے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اسے ہر بال کے عوض نیکیاں ملیں گی، جن پر ہاتھ پھیرے گا اور جو یتیم بچی یا یتیم بچے جو اس کے پاس ہے اس کے ساتھ احسان کرے گا تو میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور آپ نے دونوں انگلیوں کو ملا دیا-

(رواہ احمد ترمذی، مشکوٰۃ شریف/صفحہ نمبر، 423)

حضرتِ امام عالی مقام کی شہادت نے اس ماہِ مبارک کو اتنا مشہور کر دیا کہ جتنا کبھی نہ تھا- آج پوری دنیا میں ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے ہی ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے- حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد مسلمانوں کو تڑپا دیتی ہے- یہ الگ بات ہے کہ بعض احمق غلط طریقے سے یاد مناتے ہیں، اور ایسے غیر اسلامی کام کرتے ہیں کہ جس سے خود حضرتِ امام عالی مقام کی روح کو تکلیف پہنچتی ہوگی، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ایسے لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور وہ کام کرنے کی توفیق بخشے جس سے سرکارِ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جانثار ساتھیوں کی روحیں خوش ہوں-

سچ پوچھیے تو ماہ محرم الحرام ہم کو یاد دلاتا ہے حسینی عزم و ہمت کی، دشمنوں کے مقابلے میں بیباکی، اور جوانمردی کی عظیم الشان مثال دیکھنا ہو تو کربلا کے میدان میں دیکھو تاریخ اپنے اندر تمام جلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے- یہ ہماری بہت بڑی کم نصیبی ہے کہ یہ ماہ مبارک ہمارے اندر عزم و ہمت کی روح پھونکنے آتا ہے مگر ہم ہیں کہ ان مقدس ترین ایام میں کھیل کود میں مست رہتے ہیں، ہم آپسی دشمنی اور بیجا خرافات میں مست رہ کر ان بابرکت لمحات کو گزار دیتے ہیں، کھیل تماشوں میں مست رہنے والو! اپنے حال پر رحم کرو، کاش ہم یہ سوچتے کہ یہ ماہ مبارک ہم کو کن باتوں کی یاد دلاتا ہے؟ کس طرح ہماری مردہ رگوں میں زندگی کی

نئی تڑپ پیدا کرنے کی تلقین کرتا ہے؟ نماز و روزہ سے غافل رہ کر یادِ حسین منانے والو! اپنے حالوں پر رحم کرو- اپنے گھر والوں پر رحم کرو، پورے معاشرے پر رحم کرو، ذرا سوچیے جب ہماری ہی زندگی غیر اسلامی ہوگی تو ہمارے بچے اسلامی کردار کو کس طرح اپنا سکیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ ماہ مبارک بالخصوص یوم عاشورہ کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ عبادت و ریاضت میں گزارے اور اچھے کام کرے لغویات سے بچے خاص طور سے عاشورہ کے دن یہ کام ضرور انجام دے-

❋ عاشورہ کے روز غسل کرنا مرض و بیماری سے بچاؤ کا سبب ہے- حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص عاشورہ کے روز غسل کر لے تو کسی مرض میں مبتلاء نہ ہوگا سوائے مرض موت کے-
(غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر/53)

❋ عاشورہ کے روز گناہوں اور معاصی سے توبہ کرنی چاہیے، اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول فرماتا ہے- حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا:

اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ دسویں محرم کو میری بارگاہ میں توبہ کریں اور جب دسویں محرم کا دن ہو تو میری طرف نکلیں یعنی توبہ کریں میں ان کی مغفرت فرماؤں گا-(فیض القدیر شرح جامع صغیر، جلد نمبر تین، صفحہ نمبر/34)

❋ عاشورہ کے روز آنکھوں میں سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے- حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشورہ کے روز اثمد کا سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی-
(رواہ البیہقی عن ابن عباس)

حضرتِ ملا علی قاری رحمۃ الباری اپنی کتاب ،،موضوعات الکبیر،، میں تحریر فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے روز آنکھوں میں سرمہ لگانا خوشی کے اظہار کے لیے نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ خارجی لوگوں کا فعل ہے کہ وہ اس میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں- بلکہ حدیث پاک پر عمل کرنے کے لیے آنکھیں میں سرمہ لگانا چاہیے-(الموضوعات الکبیر)

❋ عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال کے واسطے گھر میں وسیع پیمانے پر کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیے، تاکہ اللہ رب العزت اس گھر میں سارا سال وسعت فرمائے-

حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر نفقہ پر وسعت کرے گا تو اللہ رب العزت اس پر سارا سال وسعت فرمائے گا- حضرتِ سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا-
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف، صفحہ نمبر 170)

حضرتِ محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر 54/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی دیکھی-

اسی طرح حضرتِ علامہ مناوی فیض القدیر، جلد نمبر/6، صفحہ نمبر/ 234/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا- اور حضرتِ سیدنا ابنِ عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس یا ساٹھ سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی- لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس دن وسیع پیمانے پر اپنے اہل و عیال کے لیے کھانے کا انتظام و انصرام کریں-

❋ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے- حضور اقدس ﷺ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اپنے غلاموں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اس دن انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام روزہ رکھتے تھے-(جامع صغیر، جلد نمبر چار/ صفحہ نمبر/215)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ عاشورہ کی فضیلت بہت بڑی ہے اور اس کی حرمت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے، ابنِ رجب نے فرمایا کہ اس دن نوح اور موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے روزہ رکھا اور اہل کتاب بھی اس روز روزہ رکھتے تھے-

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ اللہ رب العزت نے مہینہ محرم (عاشورہ) کا روزہ ہے- اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے-(مشکوٰۃ شریف/صفحہ نمبر، 171)

حضرتِ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے؟ جس میں تم روزہ رکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی، اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، لہٰذا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر یہ اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، پس رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا-(مشکوٰۃ شریف، صفحہ نمبر/189)

حضرتِ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ رب العزت پر گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دے گا-(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف)

## عاشورہ کے دن یہ کام ممنوع ہیں:

عاشورہ کے روز سیاہ لباس پہننا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، پیٹنا، چھری چاقو سے بدن زخمی کرنا، جیسا کہ رافضیوں کا طریقہ ہے ہم کو ایسے تشیع سے اجتناب کلی کرنا چاہیے- حضرتِ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہمارے طریقہ پر وہ نہیں ہے جو رخساروں کو مارے اور گریباں پھاڑے اور پکارے جاہلیت کا پکارنا-(رواہ البخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، صفحہ نمبر/140)

شعاعیں

# امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزیمت واستقامت

## اعتراضات کے مدلل جوابات

محسن رضاضیائی

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ معرکۂ کربلا میں راکبِ دوشِ رسول، نورِ دیدۂ بتول، لختِ دلِ علیِ مرتضیٰ، راحتِ جانِ حسن مجتبیٰ سیدنا اِمام عالی مقام حضرت اِمام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ اسلام کے تحفظ و بقا اوراس کے فروغ واستحکام کی خاطر اپنی اور اپنے افرادِ خاندان کی جانوں کا قیمتی نذرانہ پیش کرکے اسلامیانِ عالم کا سر فخر سے بلند کردیا اور قیامت تک آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کے لیے حق و باطل کے مابین خطِ امتیاز کھینچ دیا۔ باطل قوتوں کو ایسی شکست و ہزیمت سے دوچار کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے نیست و نابود ہوکر رہ گئیں اور امام عالی مقام ہمیشہ کے لیے لوگوں کے دلوں میں ایک زندہ وجاوید تصویر بن گئے۔ یہ وہ عظیم کارنامہ ہے، جسے رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ آج امت کے ہر بچے بچے کی زبان پر امام عالی مقام کا اسم پاک وظیفہ بنا ہوا ہے۔ مائیں اپنے بچوں کو واقعاتِ کربلا سنا کر لوریاں دیتی ہیں، استاذ اپنے شاگردوں کو سانحۂ کربلا سناکر درس دیتا ہے، شعرا، ادبا اور اہل علم و قلم حضرات نظمیں، منقبتیں اور کتابیں لکھ کر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، گویا آج پوری دنیا اِمام عالی مقام کی جرأت و شجاعت، عزیمت و استقامت اور قیادت و امامت کو تسلیم کرتی ہے اور آپ کی بارگاہ میں خراجِ تحسین پیش کرنے کو اپنے لیے فخر و سعادت سمجھتی ہے۔ یہ تو حقیقت کا ایک رخ ہے، جو قابلِ صد رشک اور لائقِ ستائش ہے۔ لیکن دوسرا رخ یہ ہے کہ اس پوری دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جو یزید پلید کے نام کا قصیدہ پڑھتا ہو اور اس کا نام لیوا ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یزید کس قدر اپنے شنیع و قطیع اعمال و افعال اور باطل عزائم و مقاصد کے سبب کیفرِ کردار کو پہنچا کہ آج اس کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے، دنیا صدیوں سے اس پر اور اس کے سیاہ کرتوتوں اور کارناموں پر لعنت و ملامت کر رہی اور کرتی رہے گی۔

یہاں ہم ایک بات واضح کردیں کہ واقعہ کربلا سے قبل بھی حق و باطل کے مابین بہت سی مرتبہ معرکہ آرائیاں ہوئیں اور بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، لیکن ان کی شہادتوں اور قربانیوں کا ذکر تاریخ میں خال خال ملتا ہے۔ مگر میدانِ کربلا میں ہونے والی شہادتیں اور ان میں بھی خاص طور سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اس کے کئی ایک اسباب و علل ہیں، جن میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آپ نے فاسق و فاجر اور ظالم و جابر یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور عزیمت و استقامت کا مکمل مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ کارزار میں شہادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام شہدائے اسلام میں آپ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ اسی طرح آپ کی اس ناقابلِ فراموش شہادت اِسلام کے فروغ واستحکام اور اس کے تحفظ و بقا کا ایک اہم سبب بنی۔

یقیناً آپ نے ایک ایسے وقت عملِ عزیمت کو اختیار فرمایا اور عملِ رخصت کو ترک کرکے باطل کے ناپاک ہاتھوں میں اپنا دستِ مقدس نہ دیا، جب کہ شجر اسلام کی جڑوں کو خود اس کے کلمہ گو افراد کمزور کرنے اور اکھاڑ پھینکنے کی ناروا کوششیں کر رہے تھے۔ ایسے تشویش ناک اور پُر آشوب حالات میں اپنے خونِ مقدس سے شجر اسلام کی آب یاری و آب شاری فرما کر تاریخ اسلام کا وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا، جو تاریخ کا ایک درخشندہ اور زریں باب بن گیا۔

اب آئیے یہاں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر معترضین کی جانب سے کیے جانے والے کچھ بے بنیاد الزامات و اعتراضات کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں اور ان کا مدلل و مبرہن جواب دینے کی سعی و کوشش کرتے ہیں۔

آج کچھ لوگ کم پڑھے لکھے اور سادہ لوح لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے کچھ اس طرح کے اعتراضات کرتے ہیں کہ:

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت کیوں قبول نہیں کی؟ حالاں کہ اور دیگر صحابۂ کرام نے یزید کی بیعت قبول کی تھی۔ اگر آپ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے تو آپ کی اور آپ کے اہل خاندان کی جانیں بچ جاتیں، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا"۔

اِس قسم کے اعتراضات پڑھ اور سن کر ایک عام مسلمان نہ صرف حیرت و استعجاب کا مجسمہ بن جاتا ہے، بلکہ اس کے ذہن کی سطح پر یہ اعتراضات و سوالات بھی گردش کرنے لگتے ہیں، جس سے وہ بدگمانی

mohsinrazaziyai@gmail.com

اور غلط فہمی کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ حال آں کہ اعتراض کرنے والوں اور الزام تراشی کرنے والوں کی تاریخ سے ناواقفی اور علمی کم مائیگی پر مجھے انتہا درجے کا افسوس بھی ہوتا ہے اور ان کے فہم وبصیرت کے افلاس پر ماتم کرنے کو جی بھی چاہتا ہے کہ وہ کس قدر واقعات کربلا کے حقائق کو صرف نظر کر کے بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہیں۔ یہاں ہم قرآن واحادیث کی روشنی میں چند ایسے شواہد پیش کرنے جا رہے ہیں، جن سے معترضین کے فلک بوس اعتراضات کا قلعہ قمع ہو جائے گا۔

تاریخی شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب امام عالی کا سامنا یزیدی فوج سے ہوا اور حق وباطل ایک دوسرے سے بر سر پیکار ہوئے تو امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کو مصالحت کی دعوت دی اور فرمایا کہ وہ ان کو واپس جانے دیں یا پھر یزید سے براہ راست ملنے دیں تاکہ مصالحت کی کوئی صورت وسبیل نکالی جائے، مگر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ یا تو وہ یزید کی اطاعت وبیعت قبول کریں یا پھر جنگ وجدل کے لیے تیار ہو جائیں۔ ایسے ناساز گار، نامساعد اور غیر مصالحت آمیز حالات میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرأت وشجاعت کا مظاہرہ فرمایا اور رخصت کو ترک فرما کر پورے طور سے کمربستہ ہو کر راہِ عزیمت پر چل پڑے۔ اس کے بعد تاریخ کا وہ المناک، دردانگیز، دلگداز، دل خراش اور لرزہ خیز واقعہ ومعرکہ پیش آیا، جس کو لکھنے، پڑھنے اور سننے کی کسی دل میں ہمت وسکت نہیں۔

یہاں فقہِ حنفی کی مستند ومعتبر کتاب ''اصول الشاشی'' کے حوالے عزیمت ورخصت کی لغوی واصطلاحی تعریف پیش کی جا رہی ہے جن سے ان دونوں احکام کو سمجھنے میں قدرے آسانی ہوگی۔

بندہ جن احکام کا مکلّف ہے، شریعت میں ان کی دو قسمیں ہیں:
(1) عزیمت (2) رخصت

''عزیمت'' لغت میں پختہ عزم وارادے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس حکم کو عزیمت کہتے ہیں، جو ہم پر ابتداءً لازم ہو، یعنی عوارض کی طرف نظر کیے بغیر فی نفسہ وہ ہم پر لازم وضروری ہو۔ جیسے بیماری وسفر وغیرہ دیگر عوارض سے قطع نظر مطلقاً روزے کا حکم عزیمت ہے۔

اور رخصت لغت میں نرمی اور سہولت کو کہتے ہیں اور اسی طرح اصطلاح شرع میں مکلف میں کسی عذر کے پائے جانے کی وجہ سے مشکل کام کو آسانی کی طرف پھیرنے کو رخصت کہتے ہیں۔ جیسا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں کوئی بیمار یا مسافر ہو تو اسے اس بات کی رخصت ہے کہ ابھی روزے ترک کر دے اور بعد میں رکھ لے۔ اور اسی طرح مریض کا اپنے مرض کی وجہ سے پانی کی موجودگی کے باوجود تیمم کرنا اور مجبوری کے وقت مردار کھانا یہ رخصت ہے۔

عزیمت ورخصت کی مذکورہ بالا لغوی واصطلاحی تعریفات اور ان کی مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام عالی مقام نے راہِ عزیمت کو اپنا کر کس قدر بے باکی اور دلیری کا مظاہرہ فرمایا، یقیناً آپ کے اندر یہ جذبہ وحوصلہ آپ کے نانا نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ تھا اور آپ اس کے مظہر کامل تھے۔

عزیمت ورخصت کے متعلق یہاں چند احادیث بھی ذکر کی جا رہی ہیں، جن سے یہ خوبی معلوم ہو جائے گا کہ رخصت وعزیمت کے احکام ومسائل کیا ہیں۔

**عزیمت:** عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» [سنن ابن ماجہ 1329/2]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔

دوسرے مقام پر ہے: فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [صحیح مسلم 69/1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنی قوت بازو سے اسے بدلے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

**رخصت:** ایک مقام پر ہے: أَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ، فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ [صحیح مسلم 1482/3]

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

دوسرے مقام پر ہے: سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، وَقَالَ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا،

فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ»، [صحیح مسلم 1474/3]

ترجمہ: حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے نبی ﷺ! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہو جائیں، جو ہم سے اپنا حق طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیوں کہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمھارے اعمال کا بوجھ ہے۔

تیسرے مقام پر ہے: عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ ﷺ: "كَيْفَ أَنْتَ وَأَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهَذَا الْفَيْءِ؟" قَالَ: قُلْتُ: إِذَنْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، أَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي، ثُمَّ أَضْرِبُ بِهِ حَتَّى أَلْقَاكَ أَوْ أَلْحَقَ بِكَ. قَالَ: "أَوَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ؟ تَصْبِرُ حَتَّى تَلْقَانِي [مسند احمد ط الرسالۃ 443/35]

ترجمہ: حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمھاری کیا حالت ہوگی، جب میرے بعد حکام مال غنیمت میں ناحق تصرف کریں گے۔ میں نے عرض کیا، اس کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے، اس وقت میں اپنی تلوار اپنے کندھوں پر رکھ لوں گا۔ پھر اس سے ماروں گا۔ یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ کیا میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا حتی کہ تم مجھ سے آملو۔

متذکرہ بالا احادیث رسول اور شرعی احکام و مسائل کی روشنی میں یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر و باہر ہو گیا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخصت کو کیوں ترک فرمایا اور راہِ عزیمت کو کیوں اختیار فرمایا۔

عزیمت پر عمل کرنے کی سب سے بڑی وجہ اسلام کا تحفظ اور اس کی بقا تھی، جس کو آپ نے اپنے جذبۂ عزیمت اور حوصلۂ استقامت سے خوب تر انجام دیا۔ لہٰذا بیان کردہ دلائل و براہین کی روشنی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اب اس طرح کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا ہے کہ آپ نے یزید کی بیعت کیوں قبول نہیں کی۔ کیوں کہ آپ نے شریعت مطہرہ کے حکم "عزیمت" پر عمل کیا اور اس پر عمل کرنا سب سے افضل ہے اور اس پر بے پناہ اجر عظیم بھی ہے۔ اب وہ صحابۂ کرام جنہوں نے یزید کی بیعت قبول کی پھر ان کا کیا حال ہوگا تو چوں کہ انہوں بھی شریعت مقدسہ ہی کے حکم "رخصت" پر عمل کیا لہٰذا ان پر بھی کسی طرح کا الزام و اتہام عائد نہیں ہوتا ہے۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے اس فرمان سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَيَلِي أُمُورَكُمْ بَعْدِي رِجَالٌ يُعَرِّفُونَكُمْ مَا تُنْكِرُونَ، وَيُنْكِرُونَ عَلَيْكُمْ مَا تَعْرِفُونَ فَلَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللهَ۔ (مسند احمد 12124)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ عرض کرتے ہیں کہ میں محمد ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد عن قریب تم پر ایسے لوگ مسلط ہوں گے، جن کاموں کو تم غلط سمجھتے ہو گے، وہ انہیں صحیح سمجھیں گے اور تم جن کاموں کو اچھا سمجھتے ہو گے، وہ انہیں غلط سمجھیں گے، تو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کرے، تم پر ان کی اطاعت لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر حال میں ظالم کی اطاعت لازم و ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح جو لوگ یزید پلید کی بیعت کو جائز ٹھہرانے اور امام عالی مقام کو غلط ثابت کرنے کی ناروا کوششیں کرتے ہیں، ان کے لیے اکابر صحابہ و تابعین کے اقوال و فرمودات اور طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، تاریخ الخلفاء، تاریخ کامل، تکمیل الایمان اور بھی دیگر بیشتر کتابیں راہ نما اصول ہیں، جن میں ان کی بہترین اصلاح و تفہیم کی گئی ہے اور یزید کی بیعت و اطاعت کو سرے سے ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔

المختصر یہ کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کو "عزیمت" پر عمل کر کے بتا دیا کہ راہِ حق کی منزلوں کو طے کرنے والے کے لیے عزیمت ہی وہ مضبوط و مستقیم راستہ ہے جہاں اس کی حد سے زیادہ آزمائشیں ہوتی ہیں، اسے بے انتہا مشکل گزار، خاردار وادیوں اور گھاٹیوں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ جب کہ اس کے بالمقابل ایک راستہ رخصت کا بھی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی جان کی حفاظت بہ آسانی کر سکتا ہے، لیکن عزیمت اللہ و رسول کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ راستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عزیمت پر عمل فرمایا۔

حالاں کہ اگر دیکھا جائے تو امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریعت نے رخصت و اجازت دے رکھی تھی کہ آپ اپنی اور اپنے اہل خاندان کی جانوں کو بچا لیتے لیکن یزید جیسے فاسق و فاجر، ظالم و جابر، اور جواری و شرابی جیسے شخص کے ہاتھ پر اپنا مقدس ہاتھ نہیں دیا، سر تن سے جدا کرنے کی باری آئی تو اسلام کی خاطر پس و پیش نہیں کیا اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا، لیکن باطل قوت کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے۔

سر کٹا کر بن گئے تم اک عزیمت کی مثال
تم ہی سے اسلام کی احیا ہوئی ہے یا حسین

# مسجد گیان واپی - پس منظر و پیش منظر

## تاریخی صداقتوں کی روشنی میں ایک چشم کشا تحریر

محمد ملک الظفر سہسرامی

مضمون نگار ذی استعداد اور معروف قلم کار ہیں، آپ نے گیان واپی مسجد وارانسی پر اطمینان بخش تحریر سپردِ قلم فرمائی ہے، معروف حکمراں مجدد حضرت اورنگ زیب عالم گیر کی شخصیت پر بھی بڑی حد تک بہتر گفتگو فرمائی ہے، دور اندیشی کا کمال یہ ہے کہ دونوں ہی مقامات پر ہندو اہلِ علم اور تاریخ نگاروں کے مستحکم حوالے پیش کیے ہیں، ہم موصوف کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔
از: مبارک حسین مصباحی

دنیا کے جغرافیے پہ ہمارا پیارا وطن ہندستان وہ واحد ملک ہے جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے مختلف تہذیب و ثقافت اختیار کرنے والے اور مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکار باہم شیر و شکر ہو کر ایک ساتھ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر آپسی پیار و محبت کی گھنیری چھاؤں میں خوشگوار زندگی گزارتے چلے آرہے ہیں- آزادی کے متوالوں نے انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے ملک کو آزاد تو کرا لیا لیکن شاطر و چالاک انگریز ہندستان چھوڑ کر جانے سے پہلے قومی منافرت کی ایسی تخم ریزی کر کے گئے کہ وہ آج ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے- نفرت کے مٹھی بھر پجاری اپنے مفادات میں قومی منافرت کی اس چنگاری کو موقع بموقع شعلہ بنانے کے عمل میں مصروف رہتے ہیں- بابری مسجد کو لے کر ایک زمانے تک قومی منافرت کی یہ گرم بازاری شاطر و عیار سیاسی رہنماؤں کے لیے لقمۂ تر بنی رہی آخرش ہندو انتہا پسند تنظیم کے ذریعے اسے شہید کر دیا گیا- ہندستان کے سب سے بڑے کورٹ سے حقائق و شواہد کے خلاف صرف اور صرف آستھا کی بنیاد پہ بابری مسجد سے مسلمانوں کو دستبردار ہو جانے کا غیر منصفانہ اور آمرانہ فیصلہ سنا دیا جاتا ہے- میرے خیال میں ہندستان وہ واحد ملک ہے جہاں کی عدالتوں میں کھلے بندوں جانبدارانہ، غیر منصفانہ فیصلہ لیا جاتا ہے- کورٹ اور عدالت میں فیصلوں کا تاج محل توہمات مزعومات اور قیاسات کی بنیاد پہ نہیں رکھا جاتا بلکہ تاریخی صداقتوں اور ان مٹ حقائق و شواہد کی بنیاد پہ فیصلے کی نیو رکھی جاتی ہے- لیکن دنیا نے حیرتوں کے ساتھ اس دن اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ تاریخی صداقتیں، حقائق و شواہد بابری مسجد کے وجود کی قسمیں کھا رہی ہیں لیکن ہمارے وطن کے سب سے بڑے عدلیہ نظام سپریم کورٹ کے مہا گروؤں نے اپنے فیصلے کی عمارت آستھا پہ رکھ کر ہندو انتہا پسندوں کے حق میں رام جنم بھومی کا فیصلہ صادر کر کے عدلیہ نظام میں ایک نئی طرز کی بنیاد ڈال دی-

گیان واپی مسجد کا قضیہ بھی بابری مسجد کی طرح سامنے آرہا ہے جس طرح رات کی تاریکی میں بابری مسجد میں انتہائی منصوبہ بندی کے ساتھ خفیہ طریقے پہ مورتی رکھ کر مندر کی دعویداری کا ڈرامہ رچا گیا اور پھر بعد میں کورٹ سے بابری مسجد مسلمانوں سے چھین کر رام مندر کی تعمیر کا حکم صادر کر دیا گیا اسی طرز پہ بنارس کی گیان واپی مسجد کے لئے بھی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں- اس تاریخی مسجد کے تعلق سے بھی برسوں سے یہ الزام عائد کیا جاتا رہا ہے کہ یہ مسجد ہندوؤں کے قدیم وشوناتھ مندر کو توڑ کر تعمیر کی گئی ہے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہاں بھی سول کورٹ میں عرضی دائر کی گئی کورٹ نے بھی آناً فاناً مسجد کے سروے کے ساتھ ساتھ پورے معاملات کی ویڈیو گرافی کا حکم جاری کر دیا، سینچر کو گھنٹوں کے سروے اور ویڈیو گرافی میں ایسے شواہد و حقائق نہیں مل سکے جو مخالفین کے دعوے کو مضبوط کر سکیں تو اچانک دوسرے دن یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ مسجد کے وضو خانے میں ایک شیولنگ ملا ہے پھر کیا تھا فریق مخالف اور متعصب و تنگ خیال میڈیا بیدار ہو گئے اور اس حوالے سے پرچار پرسار شروع ہو گیا- بابری مسجد کے معاملے میں کورٹ کا رویہ جس طرح جانبدارانہ غیر منصفانہ تھا کچھ ایسا ہی معاملہ اس حوالے سے بھی سامنے آرہا ہے- ہندو فریق کے ذریعے شیولنگ ملنے کا دعویٰ کرتے ہی اس دعوے کی

تحقیق و تفتیش کیے بغیر کورٹ نے مسجد کے اس حصے کو سیل کرنے کا حکم صادر کر دیا جب کہ صداقت یہ ہے کہ جسے ہندو فریق اور زر خرید میڈیا شیولنگ کہہ رہا ہے وہ دراصل قدیم فوارہ ہے اور مسجد کے وضو خانے میں لگا ہوا ہے جس کے پانی سے مسلمان نماز کے لیے وضو کرتے ہیں- بی جے پی گورنمنٹ بھگوا تنظیمیں اور کورٹ اس معاملے میں جس قسم کی بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ان سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کہانی پہلے سے تیار کی ہوئی ہے اور ان کا مقصد بابری مسجد کے بعد بنارس کی اس تاریخی قدیم مسجد پہ ناجائز قبضہ جمانا ہے اگر یہ کھیل کامیاب ہو گیا تو پھر یہ سر پھرے جہاں چاہیں گے وہاں دوسری قوموں کی عبادت گاہوں پہ جابرانہ و حاکمانہ انداز میں قبضہ جمالیں گے جو ملک کی سالمیت کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے-

اس مسجد کے تعلق سے یہ الزام عائد کیا جاتا رہا ہے کہ یہ مسجد قدیم وشوناتھ مندر توڑ کر تعمیر کی گئی ہے اور اس کے لئے مغل سلطنت کے عظیم حکمراں اورنگزیب عالمگیر کا نام لیا جاتا ہے جنہیں ہندو انتہا پسندوں، شاطر و عیار انگریزوں اور متعصب و تنگ خیال مؤرخوں نے ایک انتہا پسند اور ہندو مخالف حکمران کی حیثیت سے متعارف کرانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے-

مسجد کی تاریخی حیثیت کیا ہے اس کا نام کیا ہے اس کے پس پشت تاریخی صداقتیں کیا ہیں ہم اس پر تفصیل سے گفتگو کریں گے-

مسجد گیان واپی کے نام سے مشہور یہ مسجد دراصل گیان واپی مسجد کا نام نہیں جیسا کہ عوام و خواص اس کے نام سے غلط فہمی کے شکار ہیں- دراصل گیان واپی اس علاقے اور محلے کا نام ہے جہاں یہ مسجد واقع ہے چنانچہ اسی مناسبت سے یہ مسجد گیان واپی کے نام سے عوام و خواص میں مشہور ہے- عوام تو عوام رہے خواص بھی اس کے نام سے سخت غلط فہمی کے شکار رہتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے ان کے دل و دماغ میں شک و شبہہ گھر کرنے لگتا ہے- جانب دار، متعصب اور تنگ خیال مؤرخین کی جانب سے جو مفروضہ کہانیاں پیش کی جاتی رہی ہیں جن میں مندر توڑ کر مسجد بنانے کی بات کی جا رہی ہے اس حوالے سے یہ نام اسے ذہنی خلجان میں مبتلا کرتا ہے- اس کے اس نام سے انہیں اس بات پر شبہہ ہوتا ہے کہ یہ مسجد ہے تو مسجد کا اسلامی نام کیوں نہیں ہے؟

اس مسجد کا نام گیان واپی پڑنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ "ہندوؤں کے مہادیو گو کہ بچشم ظاہر پتھر تھے لیکن اپنی عقل کے زور سے ایک باؤلی میں (جو یہیں کسی جگہ تھی) چلے گئے پھر واپس نہیں ہوئے یہ روایت زبانی مشہور ہے-"

(بحوالہ تاریخ آثار بنارس صفحہ 99)

اسی بنا پہ اس علاقے کا نام گیان واپی پڑ گیا- ہندی زبان میں گیان کا معنیٰ علم اور واپی باؤلی کو کہتے ہیں- لہٰذا یہ علاقہ گیان واپی سے شہرت پذیر ہو گیا اور اس علاقے میں واقع ہونے والی یہ مسجد بھی اسی نام سے متعارف ہو گئی- اس مسجد کے تعلق سے غیر مسلم انتہا پسندوں اور متعصب مؤرخین کی جانب سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ بنارس کے قدیم و مشہور وشوناتھ مندر توڑ کر اس مسجد کی تعمیر کی گئی ہے اور یہ کام مغل سلطنت کے عظیم حکمران اورنگزیب عالمگیر نے انجام دیا ہے- جب کہ تاریخی صداقتیں اور حقائق کچھ اور ہی بیان کرتی ہیں- مغلیہ سلطنت کے عظیم بادشاہ محمد جلال الدین اکبر متوفیٰ 1014ھ/1605ء جن کا دور حکومت 963ھ/1556ء تا 1014ھ/1605ء ہے تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اس دور میں بھی یہ جامع مسجد تھی اور اس میں باقاعدہ نماز با جماعت پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی تھی "تذکرۃ المتقین" میں اس کی تعمیر و تاسیس کے حوالے سے ایک تاریخ رقم ہے کہ "سلطان ابراہیم شاہ شرقی متوفیٰ 844ھ/1440ء جونپور کے صدر الصدور قاضی صدر جہان تھے ان کے ایک شاگرد شیخ سلیمان محدث جو اپنے دور میں ایک عظیم محدث اور عالم دین تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں مادی دولتوں سے سرفراز فرمایا تھا انہوں نے ہمایوں کی پیدائش سے بھی بہت پہلے اس کی تعمیر فرمائی تھی اس حوالے سے "تذکرۃ المتقین" کے مصنف تحریر فرماتے ہیں-

"قاضی صدر جہاں کے شاگردوں میں شیخ سلیمان محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اونچے درجے کے عالم حدیث تھے اکثر شہروں میں بڑی بڑی جامع مسجد تعمیر کرائیں چنانچہ شہر بنارس میں ان کی تعمیر کردہ جامع مسجد اب تک موجود ہے نماز جمعہ اس مسجد میں ادا کی جاتی ہے-"

(تذکرۃ المتقین صفحہ 158)

مسجد کا صدر دروازہ پہلے پورب جانب تھا لیکن نہ معلوم کیوں اس زمانے کے متولی کی جانب سے اسے بند کر دیا گیا اور اب مسجد میں داخل ہونے کے لیے اتر جانب سے ایک دروازہ ہے جس سے نمازیوں کو داخل ہونا پڑتا ہے اور مسجد میں داخلے کے لئے انہیں دقتوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے-

مسجد کے مغربی حصے میں تقریبًا ساٹھ سال قبل تک ایک قناتی مسجد تھی، آج جس کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں، قناتی مسجد کا وہی فرش جس پہ غیر مسلم شرنگا گوری کی ادائیگی کرتے ہیں جسے لے کر آئے دن مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تنازعہ پیدا ہوتا رہتا ہے- حالاں کہ شرنگا گوری کی جگہ گیان واپی مسجد کے مغربی موڑ سے تقریبًا پچاس قدم آگے پھول منڈی میں ہے اس قناتی مسجد کے صحن میں ایک بزرگ شاہ باسط علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آستانہ بھی ہے جن کا عرس نہایت تزک و احتشام کے ساتھ پچاس سال قبل تک اہل بنارس منایا کرتے تھے لیکن افسوس کہ یہ سلسلہ بھی اب بند ہو گیا، اس کے علاوہ کچھ اور بھی قبریں ہیں جو مسجد سے اتر جانب موجود ہیں جن پر مسجد کی انجمن انتظامیہ آج بھی چونا قلعی کراتی ہے-1936ء میں مذکورہ مسجد کے متولی مرحوم دین محمد نے جامع مسجد کی ملکیت کے تعلق سے سول کورٹ میں مقدمہ دائر کیا تھا جس کا فیصلہ 1937ء میں فاضل جج کے ذریعے دیا گیا تھا کہ مسجد اوپر سے نیچے تک سنی مسلم وقف کی ملکیت ہے- اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں 1068ھ مطابق 1658ء میں اس کی تعمیر نو کا فریضہ ضرور انجام دیا گیا-

بابو شری کرشن ورما نے اپنی کتاب "کاشی وشوناتھ کا تذکرہ" میں کاشی کھنڈ کے متعدّد حوالوں سے اپنے دعوے پہ دلائل پیش کیے ہیں جس میں انہوں نے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وشوناتھ مندر مسجد گیان واپی کی جگہ پہ نہیں ہے- وہ لکھتے ہیں ا"گر یہ مسجد قدیم وشوناتھ مندر کی جگہ ہے تو کاشی کھنڈ سچی نہیں ہے اور اگر کاشی کھنڈ معتبر کتاب ہے تو جامع مسجد وشوناتھ مندر کی جگہ پہ نہیں ہے-"(مرقع بنارس صفحہ 170)

چوہدری نبی احمد سندیلوی نے اپنی کتاب مرقع بنارس میں جناب کرشن ورما کی کتاب سے کئی حوالے نقل کیے ہیں جن میں سے ایک حوالہ یہ بھی ہے-"ہم ہندوؤں کے یہاں "پوران گرنتھ" سب سے زیادہ پرانی تاریخ ہے اور ان پرانوں میں اسکندر پوران سب سے زیادہ پرانی اور سچی تاریخ ہے افسوس کہ اس پرانی تاریخ کے ہوتے ہوئے ہمیں مندر کا پتہ نہیں لگا اور ہم مسجد گیان واپی کو ہی پرانا مندر سمجھے ہوئے ہیں-"

مندر کے دعویدار اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جامع مسجد کی مغربی جانب جو محرابی نشان ہے وہ اسی منہدم شدہ مندر کا حصہ ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے تعلق سے الگ الگ مختلف بیانات ہیں اور خود غیر مسلم بھی اس بات سے متفق نہیں اس کے علاوہ نشان سے بھی اس دعوے کی تردید ہوتی ہے، اس لیے کہ اگر مندر کے مقام پہ یہ مسجد ہوتی تو سارے آثار و نشانات ختم کر کے یہ آخری نشان کیوں چھوڑا جاتا؟ اسے بھی منہدم کر دیا جاتا-

مسجد کی پوری عمارت اپنی دیواروں اور بنیادوں پہ قائم ہے پشت کی دیوار کا بھی یہی حال ہے محرابی نشان مسجد کی اصل بنیاد اور دیوار کے علاوہ ہے اور جس دیوار میں محرابی نشان ہے وہ دیوار بھی اپنی بنیاد پہ ہے اور وہ عمارت کی پشت کی دیوار ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مسجد پہلے بنی اور بعد میں اس کی دیوار سے ملا کر غیر قانونی طریقے سے بغیر اجازت نیا مندر بنایا گیا جو ڈھا دیا گیا اور یہ حصہ اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ مسجد کی دیوار کو نقصان نہ پہنچے"

(جامع مسجد گیان واپی تاریخ کی روشنی میں صفحہ 22)

یہ مسجد تھی، ہے اور رہے گی- مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں ہر خاص و عام کو علم ہے کہ کسی قوم کی عبادت گاہ کو توڑ کر تو بہت دور کی بات ہے کسی عام آدمی کی زمین پہ بھی ناجائز قبضہ کر کے مسجد کی تعمیر ناجائز و حرام ہے-

قومی منافرت کا زہر گھولنے والے چند شاطر دماغ عناصر ملک میں نفرت کی سیاست کرنے کے لئے اس کا تنازعہ کھڑا کر رہے ہیں- در اصل ہر محاذ پہ ناکام و نامراد حکمراں جماعت کے اشاروں پہ یہ تمام کھیل کھیلے جا رہے ہیں، بنیادی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے شاطر و عیار حکمرانوں نے بہت شاطر دماغی سے اس قسم کی منصوبہ بندی کی ہے- مہنگائی آخری حدوں کو چھو رہی ہے، عام چیزیں گراں نہیں گراں تر ہوتی جا رہی ہیں، جمہور کے ناتواں کاندھے پہ ان کی زندگی بوجھ بن چکی ہے، اشیائے ضرور یہ عام لوگوں کی دست رس سے باہر ہوتی جا رہی ہیں، بے روزگاری کا اژدھا نئی نسلوں کے مستقبل کو تاریکیوں میں ڈھانپ رہا ہے لیکن ان اہم، ضروری اور بنیادی مسائل پہ آج کسی کو مباحثے، مذاکرے کی نہ تو فرصت ہے نہ ہی ضرورت ہر جگہ قومی منافرت ہی موضوع بحث ہے- شاطر و چالاک حکمران اپنی اس شیطانی حکمت عملی کے سہارے بے پناہ مطمئن ہیں-

1937ء میں کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ طے کر دیا تھا کہ یہ پورا احاطہ مسلم وقف کی ملکیت ہے اور مسلمانوں کو اس میں نماز ادا کرنے کا مکمل قانونی حق حاصل ہے، 1991ء میں پارلیامنٹ سے منظور شدہ قانون Places of worship میں یہ بات طے کر دی

گئی تھی کہ 1947ء میں عبادت گاہیں جس طرح تھیں انہیں ان کی حالت میں بحال رکھا جائے گا، بابری مسجد کے فیصلے میں بھی سپریم کورٹ نے یہ صراحت کردی ہے کہ اب تمام عبادت گاہیں اس قانون کے ماتحت ہوں گی اور یہ دستور ہند کی بنیادی اسپرٹ کے مطابق ہے- ان تمام صداقتوں کے باوجود دوسروں کی عبادت گاہوں کے خلاف سازش رچناملک دشمنی کاایک نیاانداز اور نرالاطریقہ ہے-

اورنگزیب عالمگیر کوانگریز مورخین اور کچھ متعصب اور جانبدار غیرمسلم مورخین نے انتہاپسند مسلم اور ہندودشمن حکمران کی حیثیت سے متعارف کرانے کی کوشش کی جب کہ تاریخی حقائق صداقتیں اور شواہداس کے خلاف گواہی پیش کر رہی ہیں- بنارس کی مشہور تاریخی گیان واپی مسجد کا تعلق بھی اورنگزیب عالمگیر کی ہندودشمنی اور مسلم انتہا پسندی سے جوڑا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اورنگزیب عالمگیر پر لگائے گئے الزامات کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ لے لیا جائے-

تاریخی نشیب و فراز پہ گہری نظر رکھنے والے منصف مزاج تاریخ نویسوں میں ایک نام اکھلیش جیسوال کا آتا ہے اس موضوع پہ انہوں نے ایک پوری کتاب لکھ ڈالی جس کا نام انہوں نے "اورنگزیب اور ہندوؤں کے ساتھ تعلقات" رکھا اس کتاب کا دیباچہ تحریر کرتے ہوئے الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی قابل ذکر پروفیسر ڈاکٹر ریتا جوشی نے اورنگ زیب عالمگیر کے تعلق سے یہ تحریر کیا ہے-

"اگر 1658ء میں اورنگ زیب گدی پر نہ بیٹھتا تو شاید مغل حکومت اسی وقت انجام کو پہنچ جاتی اور نگزیب نے اپنی سوچ، دور اندیشی تجربہ اور سیاسی بالیدگی سے پچاس برسوں تک مغل سلطنت کے زوال کو تھامے رکھا زوال کے اسباب کی بنیاد پہلے ہی پڑ چکی تھی اورنگزیب نے تو وقت کی گردش کو روکے رکھا لیکن اس کے جانشین حالات کو سنبھال نہ سکے اور اس لائق حکمراں کے مرتے ہی سلطنت زوال آمادہ ہوگئی-" (دیباچہ اورنگزیب اور ہندوؤں کے ساتھ تعلقات)

اورنگزیب عالمگیر پہ مذہبی تشدد کے الزام کے تعلق سے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر اکھلیش جیسوال اپنی اس کتاب میں رقم طراز ہیں-

"اورنگزیب پہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے سکوں پہ کلمہ چھاپنے کو بند کر دیا جو کہ شیعوں کے جذبات کے خلاف تھا لیکن اصل میں اس کے پیچھے سوال مذہبی عقیدت کا تھا کیوں کہ سکوں پہ کلمہ ہونے سے کلمے کا تقدس مجروح ہوتا تھا، سکے لوگوں کے پاؤں کے نیچے دب جاتے تھے، گندی جگہوں پر گر جاتے تھے اور ان کی بے ادبی ہوتی تھی جس سے کلمے کی حرمت پہ حرف آتا تھا اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سکوں پر کلمہ نہ کھدوانے کے پیچھے اورنگزیب کا مذہبی خلوص اور عقیدت کا تاثر جھلکتا ہے اس سے بھی بڑھ کر ہم یہ کیوں نہ مانیں کہ عوام کی اکثریت ہندو تھی اور اورنگزیب نے ہندوؤں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے اقلیت کے عقائد کو سکوں پہ کھدوانا بند کر دیا-" (بحوالہ مذکور صفحہ 15)

فاضل مصنف منصف مزاج محقق نے اس قابل قدر کتاب میں چند ذیلی عنوانات مثلاً "اورنگزیب اور مندر شکنی" "اورنگزیب اور جزیہ" "اورنگ زیب کے ہندو منصب دار" "اورنگزیب اور راجپوت" "اورنگزیب اور شیواجی" "اورنگزیب کا کردار" کے تحت متعدّد واقعات و شواہد سے تنگ نظر متعصب خیال اور جانبدار مورخین کے ذریعے اورنگزیب پر لگائے گئے الزامات کا بھرپور علمی و تحقیقی رد کیا ہے اور اپنی غیرجانبداری، حقیقت پسندی کا ثبوت پیش کیا ہے-

ملک کے معروف مجاہد آزادی، منصف مزاج تاریخ نویس اور حقیقت پسند گاندھی وادی رہنما ڈاکٹر بشمبھر ناتھ پانڈے اپنے تفصیلی مقالے بعنوان "ہندو مندر اور اورنگزیب کے فرامین" میں رقم طراز ہیں-

'1948ء سے 1953ء کے درمیان جب میں الہ آباد میونسپل کا چیئرمین تھا تو ترمیم کا ایک کیس میرے زیر غور آیا یہ تنازعہ ایک جائیداد کے بارے میں تھا جو سومیشور راؤ مہادیو مندر کو وقف کی گئی تھی، مندر کے مہنت کے مرنے کے بعد جائیداد کے دوفریق دعوے دار ہوئے، ان میں سے ایک نے کچھ ایسے دستاویزات پیش کیے جو اس کے خاندان کے قبضے میں تھے اور جو ان فرامین پر مشتمل تھے جنہیں اورنگزیب نے جاری کیا تھا- میں شش و پنج میں پڑ گیا- قیاس یہ تھا کہ یہ فرامین گڑھے ہوئے ہیں مجھے سب سے زیادہ تعجب جس بات پر تھا وہ یہ کہ اورنگ زیب جو مندروں کے انہدام کے بارے میں کافی شہرت رکھتا تھا وہ مندروں کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اس طرح کے احکام کیسے جاری کر سکتا ہے کہ "جاگیر، پوجا اور دیوتاؤں کے بھوگ کے لئے عطا کی جارہی ہیں" مجھے یہ سوال پریشان کیے ہوئے تھا کہ اورنگزیب اپنی شناخت بت پرستی کے ساتھ کس طرح کر سکتا ہے، مجھے یقین تھا کہ دستاویزات اصلی نہیں ہیں لیکن کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے میں نے بہتر سمجھا کہ ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو سے مشورہ لوں جو فارسی و عربی کے بڑے عالم تھے- میں نے کاغذات

ان کے سامنے رکھ کر مشورے کی درخواست کی، دستاویزات کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اورنگزیب کے یہ فرامین بالکل اصلی ہیں- پھر انہوں نے اپنے منشی سے بنارس کے جنگم باڑی شیوامندر کے کیس کی فائل منگوائی جس کی اپیل الہ آباد ہائی کورٹ میں گزشتہ پندرہ سال سے زیر سماعت تھی، جنگی باڑی شیوامندر کے پاس مندر کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اورنگزیب کے دوسرے فرامین بھی تھے-

اورنگ زیب کی یہ نئی شبیہ میرے سامنے آئی تو میں بہت متعجّب ہوا، ڈاکٹر سپرو کی ایما پر میں نے کئی اہم منادر کے مہنتوں کو خطوط لکھے کہ اگر ان کے پاس ان کے مندروں کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اورنگزیب کے فرامین ہوں تو مجھے ان کی نقل فراہم کرائی جائے- مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جب بڑے مندروں میں جیسے مہاکالیشور مندر (اوجین) بالا جی مندر (چترکوٹ) اما نند مندر (گوہاٹی) جین مندر (شرنجیا) اور دوسرے کئی منادر گوردوارے جو شمالی ہند میں بکھرے ہوئے ہیں ان کی طرف سے اورنگزیب کے فرامین کی یہ نقول موصول ہوئیں- یہ فرامین 1091/1065ھ (1695/1659ء) کے درمیان جاری کیے گئے تھے-"

اورنگزیب عالمگیر پہ ہندو دشمنی الزام میں رنگ و روغن بھرنے کے لیے ان کے ایک شاہی فرمان کو غلط رنگ دے کر غیر علمی استدلال کی کوشش کی جاتی ہے- ڈاکٹر صاحب انصاف پسند حقائق کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں-

"کچھ تاریخ نویسوں کا کہنا ہے کہ اورنگزیب کے تخت پر بیٹھنے کے بعد ایک فرمان کے ذریعے ہولی اور دیوالی پر پابندی لگا دی گئی تھی لیکن یہ الزام بھی غلط اور گمراہ کن ہے سچائی یہ ہے کہ اس نے ہولی اور دیوالی و محرم پر پابندی نہیں لگائی تھی بلکہ ان کے متعلق کچھ اصلاحی احکام جاری کیے تھے مثلاً ہولی کے موقع پر لکڑیاں چرا کر نہ جلائی جائیں، شراب نہ پی جائے، گندگی اور بدنظمی نہ پھیلائی جائے اسی طرح دیوالی کے متعلق یہ احکام کہ جوا نہ کھیلا جائے اور آگ سے نہ کھیلا جائے-" ممتاز ہندو مورخ ایشوری پرشاد اپنی معروف کتاب "تاریخ ہند" میں اورنگ زیب عالمگیر کی رواداری، رعایا پروری اور انصاف پسندی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں-

"پرماتما کی شان ہے کہ اورنگزیب جتنا اپنی رعایا کا خیر خواہ تھا اتنا ہی قدرت نے اسے بدنام کیا- کوئی اسے ظالم کہتا ہے کوئی اسے خونی کے لفظ سے یاد کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ عالمگیر کے لقب کا مستحق ہے-"

اگر مسلم حکمراں متعصب تنگ خیال اور تنگ نظر ہوتے تو آٹھ سو سال کا دورانیہ ایک بہت طویل دورانیہ ہوتا ہے آج ہمارے ملک میں ہندوؤں کا وجود ان کی عبادت گاہوں کا قیام مغل حکمرانوں کی رواداری اور وسعت ظرفی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے-

جب مغلوں نے پورے بھارت کو ایک کیا اس کے لیے کوئی اسلامی نام انہوں نے تجویز نہیں کیا بلکہ اپنی رواداری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اسے ہندستان کا نام دیا اگر یہ چاہتے تو اس ملک کا نام اسلامی تجویز کر سکتے تھے، کون اختلاف کرتا؟ وہ تو پورے ملک کے بلا شرکت غیر سیاہ و سفید کے مالک تھے- آج جن لوگوں کو الہ آباد، فیض آباد احمد آباد اور ان جیسے دوسرے شہروں کے نام سے اختلاف ہے وہ ملک کے ان سیکولر مزاج مسلم حکمرانوں سے رواداری کا سبق پڑھیں کہ مغلوں کے دور میں رامپور، سیتاپور بدستور قائم رہے ان کا نام کرن نہیں کیا گیا- آج ان تنگ خیال تنگ نظر حکمرانوں کو دیکھتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ بیوقوف تھے مغل حکمران جو انہوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے کا فیصلہ لیا، ذاتی مفادات میں انہوں نے ان کی کاسہ لیسی کی ہوتی تو نہ صرف یہ کہ وہ خود بھی محفوظ رہتے بلکہ ان کی ریاستیں بھی نہیں جاتیں اور ان کی نسلوں کو آج کس مپرسی کے دور سے بھی نہیں گزرنا پڑتا-

مسلمان تو وطن دوستی میں سب کچھ بھول گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے تو کسی کو دو گز زمین کے لیے ترس جانا پڑا- چالاک اور ہوشیار تو گوالیار کا سندھیا گھرانہ تھا، میسور کا واڈیار گھرانہ تھا جے پور جودھپور کا راج گھرانہ تھا جو وقت اور حالات سے سمجھوتا کر کے خود کو، اپنی ریاستوں کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ کر گئیں-

ارباب اقتدار کی یہ منصبی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں بڑھتی پھیلتی ہوئی نفرتوں کی منھ زور آندھی کے خلاف منصوبہ بندی کے ساتھ عملی قدم اٹھائیں اور وطن کی سالمیت کے لئے ٹھوس اور مضبوط لائحۂ عمل مرتب کریں 1991ء میں پاس شدہ قانون Places of worship Act 1991 کی روشنی میں ہر قوم و مذہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ضمانت پیش کریں کہ یہ ان کی منصبی و اخلاقی ذمہ داری ہے-

*****

انوارحیات

# صدرالافاضل

## ایک عظیم داعی اور ناشر

مولانا محمد عرفان قادری

دین اسلام کو پھیلنے سے روکنے کے لیے باطل طاقتوں نے ابتدا ہی سے ہر ممکن تدبیریں کی ہیں۔ لیکن جس دین کو اللہ رب العزت نے اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہو اور اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہو اس کی اشاعت کیسے رک سکتی ہے۔ تاہم دشمنان اسلام نے دین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اسلام و قرآن کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت کو روکنے میں جب وہ ناکام رہے تو تاجدار کائنات محمد عربی ﷺ کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا اور آپ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے لگے۔

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان منافقین نے پہنچایا ہے جن کی ظاہری شکل وصورت مسلمانوں جیسی ہوتی مگر باطن میں یہی اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ پیغمبر اعظم ﷺ کو ایذا دینا، آپ کی ذات میں عیوب تلاش کرنا نیز رسول اکرم کی تحقیر و تذلیل اور آپ پر بہتان طرازی منافقین کی زندگی کا نصب العین تھا۔ شان رسالت میں بے ادبی و دشنام طرازی کا سلسلہ خود حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ جن بدبختوں نے اہانت رسول کا سلسلہ شروع کیا تاریخ شاہد ہے وہ دنیا میں خائب وخاسر ہوئے اور آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی جاں نثار امت کو ان گستاخوں سے دور و نفور رہنے کی تعلیم و تاکید فرمائی اور ان کی واضح نشانیاں بھی بیان فرمائیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ شیطان کی ذریت بھی بڑھتی گئی اور نئے نئے فتنے پیدا ہوتے گئے۔ خالق کائنات اپنے دین اور محبوب پیغمبر کی حفاظت کے لیے ہر دور میں ایسے بندوں کو بھیجتا رہا جنہوں نے باطل کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

تیرہویں صدی ہجری سے پیشتر برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان کو غلام بنانے کا منصوبہ تیار کیا اور اس صدی کے آغاز تک ہندوستان پر قبضہ جما لیا۔ انگریزوں نے تقریبًا دو سو سال تک ہندوستان پر حکومت کیا۔ انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں مسلمانوں کو بانٹنے کی پوری کوشش کی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئے۔ امت کے اتحاد کو ختم کرنے کے لیے انگریزوں نے وہی پالیسی اختیار کی جو منافقین نے اپنائی تھی اور ہوس پرست علما کو دولت و منصب کی لالچ دے کر اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کی اہانت پر آمادہ کیا اس طرح زر خرید علما بڑی آسانی سے ان کی مہم کا حصہ بن گئے اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اس عہد کے علمائے حق نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، مناظرے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں اور مسلمانوں کو تکفیری گروہ سے دور و نفور رہنے کی تلقین کی مگر بہت سے سادہ لوح مسلمان باطل کے دام فریب میں آگئے اور اسلام کا صاف ستھرا چہرہ گردآلود ہونے لگا۔

10 شوال المکرم 1272ھ/14 جون 1856ء میں مجدد اسلام اعلی حضرت امام احمد رضا خان کی ولادت ہوئی جنہوں نے اسلام و قرآن اور ناموس رسالت کے تحفظ میں ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا اور اسلام کے گردآلود چہرے کو بالکل صاف وستھرا کر دیا۔

امام احمد رضا نے جس وقت علمائے سو کی دل آزار اور ایمان سوز کتابوں کا ردوتعاقب کیا اور ان کی گستاخیوں کو اجاگر کیا تو وہ اپنی

استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنو

غلطیوں پر نادم و شرمندہ ہونے کی بجائے ان کے دشمن بن گئے اور مخالفت پر اتر آئے۔ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول تھے اس لیے جن کے دل نور ایمان سے منور تھے وہ آپ سے قریب ہوتے گئے اور اس دور کے تمام علمائے حق نے اعلیٰ حضرت کی آراء و تحقیقات کو نہ صرف یہ کہ تحسین کی نظر سے دیکھا بلکہ مکمل تایید و توثیق کی اور ان کے مشن کا حصہ بن گئے۔ تعلیمات رضا کی ترویج و اشاعت میں جن علما نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں صدر الافاضل فخر الاماثل مفسر قرآن حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: یکم جنوری 1883ء وفات: 23 اکتوبر 1948ء) کا نام سر فہرست ہے۔

صدر الافاضل اعلی حضرت کے نظریہ و مسلک کے نہ صرف حمایتی تھے بلکہ اس کے عظیم داعی و ناشر بھی تھے۔ صدر الافاضل کی تعلیم و تربیت علامہ سید گل محمد قادری مراد آبادی کے زیر سایہ ہوئی مگر اعلی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے علمی و روحانی فیوض کو عطا فرما کر آپ کی زندگی میں چار چاند لگا دیا۔ صدر الافاضل کا خطاب آپ کو بارگاہ اعلی حضرت سے ہی عطا ہوا۔ آپ کی تبلیغ، طریقۂ تدریس، طرز تحریر سب کچھ اعلیٰ حضرت کی تعلیم کے عین مطابق تھا۔

جس طرح اعلی حضرت کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" تمام اردو تراجم میں فوقیت رکھتا ہے اسی طرح صدر الافاضل کی تفسیر "خزائن العرفان" اردو تفاسیر میں نمایاں و ممتاز ہے۔ اردو زبان میں قرآن پاک کی متعدّد تفسیریں لکھی گئیں۔

اغیار کے علاوہ علمائے اہل سنت نے بھی قرآن مجید کی تفسیر لکھنے میں بڑی اہم کاوشیں انجام دیں مگر جس اختصار، جامعیت اور سلیس انداز میں صدر الافاضل نے کنزالایمان کی تفسیر رقم کی ہے اس کا متبادل پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تفسیر خزائن العرفان بلا شبہ علم و معرفت کا خزینہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد قرآن کے صحیح معنیٰ و مطالب تک رسائی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی جن نام نہاد مفسرین نے قرآنی آیات کی خود ساختہ تفسیریں کی ہیں ان کا چہرہ بھی بے نقاب ہو جاتا ہے۔

اسلام کے مسلمہ عقائد میں سے جن امور کو یہود و نصاری اور منافقین و خوارج نے متنازع بنانے کی مذموم کوششیں کیں ان میں سے ایک علم غیب بھی ہے۔ قرآن مقدس میں علم غیب کے اثبات و نفی دونوں کے متعلق آیتیں موجود ہیں۔ مگر کچھ لوگوں نے دانستہ طور پر رسول اکرم کے علم پر اعتراض جتانا شروع کیا اور حضور پاک کے لیے غیب کا علم ماننے سے انکار کر دیا اور مسلسل یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی و رسول کے لیے غیب کا علم مانے تو وہ مشرک ہے۔

اس طرح وہ قرآن کی کئی آیات جن سے انبیا و رسل علیہم السلام کے لیے غیب کا اثبات ہوتا ہے انکار کر کے خود ہی کفر کے غار عمیق میں جا پہنچے۔

اعلیٰ حضرت نے دونوں قسم کی آیتوں کے درمیان نہایت خوبصورت تطبیق کرتے ہوئے فرمایا کہ جن آیات سے غیر خدا کے لیے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اس سے مراد ذاتی علم غیب ہے۔ یعنی بنا اللہ کے بتائے کوئی غیب نہیں جانتا یہ صرف اللہ کی صفت ہے اور جن آیات سے خاصان خدا یعنی انبیا و رسل خصوصا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے غیب کا ثبوت ہے ان سے مراد عطائی علم غیب ہے۔ ذاتی اور عطائی فرق کے ساتھ علم غیب کا عقیدہ رکھنے سے نہ تو قرآن کی کسی آیت کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی اللہ کی ذات میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانے کا سوال اٹھتا ہے۔ صدرِ الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خزائن العرفان میں علم غیب کے مسئلہ کو مزید اجاگر کیا ہے اور جگہ جگہ قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور جمہور مفسرین کے اقوال و آراء سے استدلال کر کے چور راستے پر پہرہ بٹھا دیا ہے۔

بدمذہب خصوصیت کے ساتھ غیر مقلد اہل حدیث اور دیوبندی جب یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو علم ماکان ومایکون سے سرفراز فرمایا ہے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور سورہ یٰس شریف کی یہ آیت: " وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ " "اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے" بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اللہ خود فرما رہا ہے کہ ہم نے نبی کو شعر کی تعلیم نہ دی اور آپ کہتے ہیں کہ نبی کو ہر چیز کا علم ہے۔ حالاں کہ اس بات سے آیت کا کوئی تعلق نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم حاصل نہیں۔

مذکورہ آیت کا نزول اس وقت ہوا جب کہ کفار مشرکین نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھوٹا اور آپ پر اترنے والی مقدس کتاب قرآن مجید کو

ایک من گھڑت اور جھوٹی کتاب باور کرانے کے در پے تھے۔ اللہ رب العزت نے اس آیت کے ذریعہ اپنے کلام اور محبوب پیغمبر کی صداقت کو بیان فرمایا کہ میرا رسول سچا ہے اور اس پر جو کلام اترتا ہے وہ بھی بالکل برحق ہے۔ اب اس سلسلے میں صدر الافاضل کی ایمان افروز تفسیر ملاحظہ کیجیے۔ آپ اس آیت کی تفسیر میں مدارک، جمل اور روح البیان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا یا یہ کہ قرآن تعلیم شعر نہیں ہے اور شعر سے کلام کاذب مراد ہے خواہ موزوں ہوں یا غیر موزوں اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم اولین و آخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا ہے اور آپ کی معلومات واقعی و نفس الامری ہیں کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ اور آپ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے۔ اس میں شعر بمعنی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح و سقیم، جید و ردی کو پہچاننے کی نفی نہیں علم نبی کریم ﷺ میں طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے حضور کو علوم کائنات عطا فرمائے اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا محض غلط ہے۔"

شان نزول بیان کرتے ہوئے مزید رقم طراز ہیں:

"کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور وہ جو فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ معاذاللہ یہ کلام کاذب ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ان کا مقولہ نقل فرمایا گیا ہے: "بل افتراہ بل ھو شاعر" اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں۔"

علم غیب کے عنوان پر صدر الافاضل نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "الکلمة العلیا لاعلاء علم المصطفی" ہے۔ صدرالافاضل بلند پایہ مفسر ہونے کے ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔ تفسیر قرآن لکھتے وقت جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں فقہی مسائل بھی قلم بند کیے ہیں اور مسلک احناف کی عظمت و برتری کو آشکار کیا ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ تمام علما و قرا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ظا اور ضاد ایک حرف نہیں بلکہ الگ الگ حرف ہیں اور دونوں کا مخرج بھی الگ ہے۔ لہذا دونوں حرف کو ان کے مخرج سے جدا جدا ادا کرنا لازم و ضروری ہے۔ مگر ماضی بعید و قریب کے کچھ مترجمین و مفسرین اور قرا نے سہولت و آسانی کے نام پر ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنے کی رائے دے ڈالی اور کتابوں میں لکھ بھی دیا۔ صدر الافاضل نے جمہور علما، فقہا اور قرا کے مطابق اس مسئلہ کا شرعی حکم بیان فرمایا۔ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت کی تفسیر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ضاد اور ظا میں مباحث ذاتی ہے بعض صفات کا اشتراک انھیں متحد نہیں کر سکتا لہذا "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ" بظا پڑھنا اگر بقصد ہو تو تحریف قرآن و کفر ہے ورنہ ناجائز۔ جو شخص ضاد کی جگہ ظا پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔" (خزائن العرفان)

"اطیب البیان فی رد تقویة الایمان" کے نام سے صدرِ الافاضل علیہ الرحمہ نے تقویت الایمان کی رد میں نہایت مدلل و مفصل کتاب تصنیف کی اور اہل سنت کے عقائد و معمولات کو ٹھوس دلائل کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ آپ کی کتاب "سوانح کربلا" بھی نہایت محققانہ ہے۔ صدر الافاضل نے نونہالان ملت کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کے لیے مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کی بنا ڈالی اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کے تحفظ اور اہل سنت کے افکار و نظریات کی ترسیل و تبلیغ کے لیے ماہنامہ السواد الاعظم کا اجرا بھی فرمایا۔

تحریک شدھی کے سدباب میں بھی صدر الافاضل نے نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی تصنیفی، تبلیغی اور تنظیمی کوششوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب ترویج و اشاعت ہوئی، ہندوستان میں سنیت کا بول بالا ہوا اور فیضان رضا فیضان صدر الافاضل کی شکل میں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں کئی تعلیمی ادارے علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت سے تعلق رکھنے والے افراد و اشخاص آپ کی خدمات سے بخوبی واقف ہیں تاہم اکابرین کی خدمات اور کارناموں کو منظر عام پر لا کر نئی نسل کو ان سے متعارف کرانا عظیم سعادت ہے۔

☆☆☆

جادہ ومنزل

دوسری قسط

# سفرنامۂ عرب

خالد ایوب مصباحی شیرانی

انہی اصولوں کا نتیجہ ہے کہ یہاں ہر کوئی ڈرائیونگ کی ہمت نہیں جٹا پاتا اور بہترے جذباتی قسم کے ڈرائیور بہت جلد راہ راست پر آکر خواہی نخواہی سنجیدہ بن ہی جاتے ہیں۔ البتہ ہمیں کچھ ایسے بے نیاز بھی ملے جو اپنی گاڑیوں کی قیمت سے زیادہ جرمانے بھر چکے تھے اور اب انھیں ڈرائیورنگ اچھی نہیں لگتی۔

دمام کی خوب صورتی کی دو وجہیں ہیں:

شہر بھر کے مکانوں کی بناوٹ کشادگی، ہواداری، تہذیب، صفائی، یکسانیت اور سسٹم کے ساتھ کی گئی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تقریباً تمام عمارتوں کی ہائٹ تین سے چار منزلہ تک ہے اور ایسا صرف دمام میں نہیں بلکہ عرب کے بیشتر شہروں میں اس بات کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے کہ کہاں کتنے منزلہ مکانات بنائے جاسکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ یکسانیت نگاہوں میں خوب جچتی ہے۔

مملکت بحرین کے چھوٹے سے جزیرے کو عرب سے جوڑنے والا شاہ فہد پل دمام کو عرب ہی نہیں، بحرین کے لیے بھی بہت خاص بنا دیتا ہے۔ ہم نے 28 اپریل کو خوب سلیقے سے اس بوڑھے برج کی 25 کلومیٹر کی سیر کی۔ ایک سیدھی لائن کی طرح بنا یہ ہائی وے بحری برج اس کونے سے اس کونے تک دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ برج کے درمیانی حصے کو اتنا بلند بنایا گیا ہے کہ اس کے نیچے سے بڑے بحری بیڑے بھی آسانی سے گزر سکتے ہیں اور اس کے لیے ٹھیک درمیانی حصے کو اس طرح اٹھایا گیا ہے جیسے کسی پہاڑی پر چڑھائی ہو رہی ہو لیکن یہ چڑھائی اتنی سیدھی اور خوب صورت ہوتی ہے کہ نشیب اور فراز کسی کا ذرا احساس نہیں ہوتا۔

دمام سے سے برج کی شروعات کے ساتھ ہی دائیں بائیں سمندر کے اندر کا خاصا حصہ جو کوئی ایک کلومیٹر کے رقبے کو محیط ہے، مٹی ڈال کر خشک کیا گیا ہے۔ بتا رہے ہیں کہ اس مصنوعی جزیرے میں گورنمنٹ سیاحوں کے لیے کچھ خاص کرنا چاہتی ہے۔ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ اتنے خاصے حصے کو جزیرہ بنانے اور پھر موٹے پتھروں سے اس کی حصار بندی کرنے میں کتنا صرفہ ہوا ہوگا۔

برج کا اختتام ہی بحرین کی شروعات ہے۔ کئی قطاروں میں ٹرکیں اور چھوٹی بڑی گاڑیاں چیک پوسٹ پر چیک ہو رہی ہوتی ہیں اور دوسری طرف ساحل کا لطف اٹھانے والے الگ جماوڑا لگائے رہتے ہیں۔ کنارے پر نہایت ٹھنڈی اور بہت تیز ہواؤں کے تھپیڑوں کے بیچ کافی پینے اور یہاں بنے ہوئے خوب صورت پارکوں، مسجد، ہوٹلوں اور سیاحتی دل کشیوں میں گھومنے کا اپنا الگ ہی لطف ہے۔ آپ بھی کل تک لطف اندوزی کیجیے۔

## عرب کی لیبر لائف:

ترقیاتی منصوبے اور ہمہ جہت ترقی پذیر مملکت اگر عرب کا ایک پہلو ہے تو وہیں اس کا دوسرا اہم ترین پہلو جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، وہاں عارضی طور پر سکونت پذیر پردیسیوں کی غریب الوطن زندگی ہے، جسے ہم لیبر لائف کہہ سکتے ہیں۔

عرب میں گھومتے ہوئے ہر حساس نگاہ کو ایسا لگے گا جیسے کوئی سیل رواں ہے جو آہستہ آہستہ مسلسل اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جدھر دیکھیے عمارتیں زیر تعمیر ہیں، پل بنائے جا رہے ہیں اور روڈوں کا کام جاری ہے۔ ایک بھیڑ ہوتی ہے جو مزدورانہ لباس پہنے کہیں پاپیادہ تو کہیں گاڑیوں پر سوار مسلسل جدوجہد میں لگی ہوئی ہے۔ دراصل عرب دنیا کے ترقیاتی منصوبوں کو زمین پر اتارنے کے لیے ایک لمبی مدت سے یہ عمل جاری ہے۔ کہیں نئے شہر بسائے جا رہے ہیں، کہیں بسے بسائے شہروں کو بڑھایا جا رہا ہے اور کہیں پرانے پن کو نیا لک دیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر میدان کے لاکھوں لاکھ مزدور وہاں برسر روزگار ہیں جو دن رات ایک کر کے اپنی زندگیوں کا غیر معمولی ایثار پیش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کورونا وائرس کے بعد ان ملازمین کے اعداد و شمار متاثر ہوئے ہوں لیکن سعودی عرب کے محکمہ

شماریات کے مطابق 2019 میں ان غیر ملکی کارکنان کی مجموعی تعداد 9.83 ملین تھی جب کہ سعودی کارکنان کی تعداد 3.1 ملین تھی۔

مجھے تازہ دورے میں یہ بھی پتہ چلا کہ یہاں خدامہ اور شغالہ کے طور پر خاصی تعداد میں انڈین، بنگالی اور دوسرے کئی ملکوں کی عورتیں بھی اپنے گھربار اور شوہر بچوں سے دور 2-2 سال تک بالکل مردوں کی طرح گھریلو ملازمتوں پر مامور اور مجبور ہیں۔ اس بابت غیرت انسانیت کا سر جھکانے والا یہ انکشاف بھی ہوا کہ ایک عورت ذات کی اس ترس کھانے لائق غربت اور غریب الوطنی کا ہر وہ استحصال ہوتا ہے، جس کا اندیشہ ممکن ہے اور جس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

ان تقریباً ایک کروڑ پردیسیوں کی کچھ مشترکہ کہانیاں ہیں اور کچھ انفرادی۔ مشترکہ کہانیاں یہ ہیں کہ یہ سب کسی نہ کسی زاویے سے غریب الوطنی اور ثانویت کے محسوس پیکر ہیں اور کیا ملکی قانون، کیا کمپنیاں اور کیا کفیل، کوئی بھی احساس غربت کو مرنے نہیں دیتا بلکہ اس کو ہر موڑ پر زندہ رکھا جاتا ہے اور کسی نہ کسی زاویے سے بار بار یاد دلایا جاتا رہتا ہے۔

لیبر لائف میں ایک بڑی تعداد ان قسمت کے مارے مزدوروں کی بھی ہوتی ہے، جن کی زندگیاں مظلومیت کی بہترین مثال کہی جاسکتی ہیں۔ کسی کے ساتھ پردیس بھیجنے والے ایجنٹ نے دھوکہ کیا، کسی کے ساتھ یہاں آنے کے بعد کمپنی نے اور کسی کو اس کا کفیل نچوڑتا رہتا ہے اور مملکت کے آئین کے آگے مرنا یہ ہے کہ یہاں بنا کفالت کے کوئی پردیسی رہ نہیں سکتا۔

انڈیا میں ایجنٹ لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے جو یوپی بہار اور بنگال وغیرہ کے پسماندہ علاقوں سے مجبور، غریب اور ناخواندہ مزدوروں کو پردیسی ملازمت کے سہانے خواب دکھا کر خوب پیسے اینٹھتا ہے اور یہاں ان کا کوئی نمائندہ موجود ہوتا ہے جو کسی فرضی کمپنی کا ضامن بن کر انھیں رسیو کرتا ہے لیکن ایئرپورٹ سے باہر نکال کر انسانی جنگل میں بے بس چھوڑ دیتا ہے۔ ماضی قریب میں ان آدم خوروں نے ایک حربہ یہ بھی اپنایا کہ خود کی فرضی کمپنیاں بنائیں، نئے مزدوروں کو اپنی کمپنیوں میں فرضی ملازمتیں بھی دیں اور دس پندرہ دن کے بعد یہ کہہ کر نکال دیا کہ تم اپنے کام میں پاس نہیں ہوئے۔ ایسے بے بسوں کے لیے حالات کے رحم و کرم پر جینے کے علاوہ کوئی آپشن نہیں ہوتا۔

کورونا سے پہلے بھی اور کرونا کے بعد بطور خاص عرب میں کام کرنے والی کمپنیوں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے، جنھوں نے اپنے ملازمین کی تعداد گھٹا دی یا ان کی تنخواہیں کم کردیں اور بہتری کمپنیاں وہ بھی ہیں جو حکومت کی ٹیکس پالیسیوں کی وجہ سے دیوالیہ ڈکلیئر کردی گئیں۔ ایسی کمپنیوں میں کام کرنے والے ملازمین کی تنخواہوں اور مظلومیت کا بشمول حکومت کے کوئی ضامن نہیں۔

اللہ کرے اگر کوئی حالات کی ان ستم ظریفیوں کا تختہ مشق نہ بنا ہو تو بھی عام طور پر اس کے لیے رہائش اور کھان پان کا جو انتظام ہوتا ہے، اگر کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کریں تو اسے کسی ہلکے کالج کے ہوسٹل جیسا کہا جاسکتا ہے اور بس۔

یہاں مدت سے رہنے والے بتاتے ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے میں عربوں کے مزاج اور ان کی خو بو میں جو غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، وہ جتنی حیران کن ہیں، اتنی ہی پریشان کن بھی ہیں۔ پیسے کے لیے بے مروتی کی کسی بھی حد تک چلے جانا، عربوں کے لیے معمول کی بات بن گئی ہے۔ جس کفیل کی کفالت میں رہتے ہوئے وفادار زندگی کا خاصہ حصہ گزارا جاچکا ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ معمولی سے پیسے دیکھنے کے بعد اس کا ایمان نہیں ڈگمگائے گا۔ یہ محض بدظنی نہیں، یہاں بہتیرے زخم خوردہ لوگوں کی آپ بیتی ہے۔ ہمیں اپنے کچھ ایسے ستم رسیدہ بھی ملے، جن کے لاکھوں ریال ان کے سرپرست کفیلوں نے ڈکار لیے، کسی کی گاڑیاں تو کسی کے بقالے یعنی کرانہ اسٹور بنا کسی مزاحمت کے محض اس لیے کفیل کے ہوچکے تھے کہ کوئی پردیسی قانونی طور پر یہاں کر بھی کیا سکتا ہے۔

اس نفسیاتی پہلو پر تفصیلی گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں کہ جب جب غریب الوطنی کا ستم بڑھتا ہے یا جب جب غربت خط افلاس کو ٹچ کرتی ہے، کچھ نفسیاتی بیماریاں بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

حرص زر، حسب موقع سرقہ بازیاں، طول امل، احساس مغلوبیت اور قلت عمل و صلاح کا احساس اس زندگی کی عام باتیں ہیں۔

چوں کہ پردیس میں نوکری کے خواہاں ہر فرد کا بنیادی جذبہ جہاں پیسے کمانے کا مشن ہوتا ہے، وہیں رفتہ رفتہ وہ جذب دروں پیسے کمانے کی مشینوں میں تبدیل سا ہوچکا ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ کچھ اخلاقی کمزوریاں بھی لازمہ حیات بن چکی ہوتی ہیں۔

ہاں! اس طرز زندگی کا واضح فائدہ یہ ہے کہ یہاں کی سرینڈر زندگی عالمی برادری اور بطور خاص مسلم دنیا کے نوع بنوع تجربات اور

اخلاقی مراحل سے بہت گزار دیتی ہے یعنی جو تجربات کئی ملکوں کی خاک چھاننے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، یہاں آسانی سے حاصل ہیں۔ عرب میں عام سطح کی مزدوری کرنے والا بتا سکتا ہے کہ سوڈانی/فلسطینی/یمنی/مصری/شامی لوگ کیسے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہم درد میزبان اور ہمیں دمام سے ریاض کے حوالے کرنے والے کرم فرما اعجاز خان شیرانی جتنے شکل وشباہت سے مخلص ہیں، اتنے ہی عملاً سادہ لوح اور بھلے منش ہیں۔ ہمیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ عربی سے کہیں زیادہ اچھی انگریزی بولتے ہیں اور بے تکان بولتے ہیں کیوں کہ ان کی 27 سالہ عربی زندگی کا بیشتر حصہ پٹرولیم میں کام کرنے والے بلکہ عملاً پٹرولیم انڈسٹری پر قابض انگریزوں کے معیت ورفاقت میں گزرا ہے۔ جیسے الگ الگ یوروپی ممالک کے لہجوں میں بات کرتے ہیں، ویسے ہی گاڑی دوڑاتے ہوئے دھڑلے سے بتاتے ہیں کہ کہاں کہاں کے گوروں کا کیا کچھ مزاج اور رویہ ہوتا ہے۔

دمام میں ہماری اپنے شیرانی بھائیوں سے خوب اور پر خلوص ملاقاتیں رہیں۔ ادارہ قرآن کے لیے نوجوانوں کا جذبہ دیدنی تھا۔ ضیافتوں کی ہوڑ، پردیس میں اپنائیت کا احساس، علاقے کے لیے درد مندی، اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر اور سماجی بے راہ رویوں پر قدغن لگانے کا نظریہ تقریباً مشترک تھا۔

شیرانی پٹھان پچھلے ٹھیک 50 سالوں سے عرب دنیا کے کئی ملکوں میں برسر روزگار ہیں اور عرب کے حالات، مزاج اور اتار چڑھاؤ سے جتنے واقف ہیں، اتنے ہی جفاکش بھی ہیں۔ ہمارے ان بھائیوں نے بادشاہ کے بنگلوں میں بھی کام کیا ہے اور صفائی ستھرائی کا بھی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ نہ اپنی وفاداری پر آنچ آنے دی اور نہ ہی اپنے کردار وعمل کو داغ دار کیا۔

آئیے! کل ریاض کے لیے رخت سفر باندھیں، اس سے پہلے زندگی کے اس اطمینان بخش پہلو پر بھی نظر دوڑالیں: ایک مدت دراز کے بعد زندگی کو یہ پر سکون لمحات میسر ہیں، جب پانچ دن گزر گئے اور وبال جان موبائل کی رنگ ٹون ہمہ جہت بند ہے۔

## عرب کی شاہی شاہ راہیں:

28 مارچ کا دن گزار کر مغرب کے وقت ہم اعجاز خان شیرانی کی قیادت اور ان کے داماد شیر محمد خان کی ڈرائیورنگ میں ریاض کے لیے روانہ ہوئے۔ دن گزارنا اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ عربی شاہ راہوں پر موسم گرما میں ریتیلی ہواؤں کے تھپیڑے چلتے ہیں۔ ان تھپیڑوں میں گاہے گاہے اتنی تیزی ہوتی ہے کہ گاڑی کو بھی چلنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ مغرب کے وقت بھی ہم نے ایک بار شیشہ اتارا تو ایک خوف ناک قسم کے گرم جھونکے نے دامن میں مٹی ڈال ہی دی۔

دمام سے ریاض کی مسافت 408 کلومیٹر ہے جسے طے کرنے میں کسی سست رو کو بھی چار گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اس 6 لائن ہائی وے پر چڑھ جانے کے بعد 140 کلومیٹر فی گھنٹہ سے کم رفتار رکھنا ڈرائیورز کے لیے ہی نہیں، اندر بیٹھے بے بس مسافروں کے لیے بھی کوفت کا باعث ہوتا ہے۔ نہ اوور ٹیک کا ایشو ہے، نہ رفتار دھیمی کرنی ہے، نہ کوئی آگے آتا ہے اور نہ کوئی بریکر ہے۔ مسافران شوق ہوتے ہیں، شوق کے نتیجے میں مہمیز رفتار ہوتی ہے اور دونوں کا تختۂ مشق بے جان اور بے تکان گاڑی ہوتی ہے۔

یہاں ہائی وے کا اصول ہے۔ ہائی وے دونوں طرف سے محصور ہوتا ہے تاکہ کوئی بھی جاندار ایکسیڈنٹ کا شکار نہ ہوجائے اور اسی وجہ سے راہ گیروں کو اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا کہ کوئی دائیں بائیں سے اپنی موت کو دعوت دیتا ہوا آجائے گا۔

یہاں ایک بہت نایاب چیز یہ دیکھی کہ ہر چالیس/پچاس کلومیٹر کے بعد ایک *جمل کبری* ہوتی ہے۔ کبری جدید عربی میں برج کو کہتے ہیں اور جمل کا مطلب اونٹ ہوتا ہے۔ یہ اوور برج اس لیے بنائے گئے ہیں کہ شاہ راہ سے دائیں بائیں جنگلوں میں رہنے والے اونٹ اور دیگر جانور، اگر پاسنگ چاہتے ہوں تو ان کبریوں کا استعمال کر سکیں۔

ان راہوں پر گاڑیوں کی نوعیت کے مطابق اسپیڈ بھی مقرر ہوتی ہے اور گاڑیوں کے مطابق لائن بھی۔ اپنی لائن سے ہٹ کے چلنا ویسے ہی مخالفہ کا باعث ہے، جیسے اپنی رفتار سے بڑھ کے چلنا، لیکن زندگی سے مایوس کچھ ایسے بے نیاز بھی ہوتے ہیں، جو طے شدہ رفتار، لائن اور مخالفہ کا کوئی خیال نہیں کرتے اور اپنی گاڑی کی ممکن رفتار کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ جب ایسے سیانے قریب سے گزرتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے بغل سے کوئی موت کا پیمبر گزرا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے ایکسیڈنٹ اتنے خطرناک اور حوصلہ شکن ہوتے ہیں کہ بارہا لاشوں کے چیتھڑے بکھر جاتے ہیں اور گاڑیاں چار چار دھڑوں میں دور اچھل جاتی ہیں۔

شاہ راہوں کا اصول ہے کہ جہاں اور جیسا مناسب لگے پیٹرول پمپ/ہوٹل وغیرہ نہیں کھول سکتے بلکہ ہرتیس/چالیس اور کبھی پچاس کلومیٹر کے بعد ایک خاص پوائنٹ ہوتا ہے، جہاں پیٹرول پمپ/مسجد/ریسٹورنٹ/سروس سینٹر اور مال وغیرہ تمام سہولیات یکجا میسر ہوتی ہیں۔

ہم نے کچھ جگہوں پر دیکھا کہ ایسے پوائنٹ بند کر دیے گئے ہیں۔ جب وجہ جاننے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ حکومت نے پٹرول پمپ سے لے کر دیگر لوازم کے لیے ایک جیسا ہی خاص ڈیزائن مختص کر رکھا ہے، جن جن پوائنٹس کی ڈیزائن حکومت کی طرف سے طے شدہ معیاروں پر کھری نہیں اترتی تھی، حکومت نے بنا کسی قسم کا ترس کھائے انھیں بند کر رکھا ہے۔

خاص بات یہ ہے کہ پوری مملکت کے تعمیراتی کاموں میں اس بات کا بھرپور اہتمام ہوتا ہے کہ خوب صورتی، کشادگی اور یک رنگی جیسے معیارات میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو اور ان معیاروں پر کھرے اترنے کی فکر میں کمپنیوں کا بھلے دیوالیہ نکل گیا ہو لیکن حکومت اپنے اس مقصد میں کام یاب ہے۔

ریاض سے کچھ مسافت طے کرنے کے بعد اعجاز خان نے ہمیں بتایا کہ ہم جس راستے سے گزر رہے ہیں یہ 30 کلومیٹر کا راستہ ایسا ہے، جو حکومت کی طرف سے خطرناک ڈکلیئر ہے۔ اس راستے میں نہایت طوفانی ہوائیں چلتی ہیں اور موسم سرما میں بلا کا کہرا رہتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے، خدا جانے۔

راہ چلتے ہوئے اس وقت ہمیں غیر معمولی خوشی ہوتی تھی جب کسی گاڑی کے پیچھے نمبر پلیٹ سے ہٹ کر کسی نمایاں جگہ پر RJ37 لکھا دیکھتے۔ یہ ہمارے ڈیڈوانہ کا نمبر ہے۔ یہاں ٹرک ڈرائیورز نے اپنوں سے کمیونیکیشن بڑھانے اور ملنے کا بہترین دیسی جگاڑ یہ نکال رکھا ہے کہ وہ جن گاڑیوں کی ڈرائیورنگ کرتے ہیں، ان کے پیچھے کسی نمایاں جگہ پر اپنے اصل علاقے کا کوڈ لکھ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اپنوں سے ملاقات آسان ہو جاتی ہے۔

راستے میں ہمیں دور سے وہ پیٹرول رفائنری بھی دیکھنے کا موقع ملا، جو دنیا کا پہیہ چلاتی ہے۔ بڑے بڑے ٹینکوں کی وجہ سے دور سے بہت دور تک نظر آنے والا یہ پورا علاقہ تیل مشینری کا ہب ہے۔ یہ تیل اتنی بڑی مقدار میں ہے کہ گاڑیوں سے اس کی ترسیل ممکن نہیں، اس لیے دمام سے ریاض کے بیچ پائپ لائن بچھائی گئی ہے۔

پہلے پہر کے دھندلکوں میں دائیں بائیں جھانکتے، گپ شپ ہانکتے، ہم اب اس شہر میں داخل ہونے جا رہے تھے، جسے کبھی نجد کہا جاتا تھا اور آج اسے ریاض کہتے ہوئے، اس بات کی تاویل کی جاتی ہے کہ احادیث میں جس نجد پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے، وہ ریاض نہیں، عراق ہے لیکن یہ تاویل اتنی ہی دم دار ہے جتنا مہدویت کا دعویٰ کرنے والے شکیلی فتنے کا دعویٰ مہدویت۔

ریاض ٹریفک کا شہر ہے، ایسا ٹریفک جسے کنٹرول کرنے میں اب تک حکومت بھی ناکام ہے۔ حکومت نے خوب جتن کیے۔ شہر کو پلوں سے بھر دیا اور پورے شہر کو آپس میں جوڑنے کے لیے مرکزی نوعیت کے پانچ بڑے آور برج رنگ روڑ بھی بنائے، جنھیں دائری کہا جاتا ہے لیکن اب تک توان دواؤں نے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔

یہ رنگ روڑ بہت اہمیت کے حامل ہیں اور ان کا بے پناہ استعمال بھی ہے۔ ہر دائری سے اترنے کے لیے جگہ جگہ نمبروائس مخرج یعنی ایگزٹ بنے ہوئے ہیں۔ عام طور پر لوگ اپنا ایڈریس کسی مخرج سے متعلق کر کے بتاتے ہیں۔ ہمارا قیام مخرج 21 پر تھا، جو ریاض کا سینٹرل پوائنٹ ہوتا ہے۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے اور ہمارے بوڑھے مگر ہمت سے جوان ریاضی میزبان لقمان حیات خان بصد شوق روڑ پر کھڑے ہمارے منتظر تھے۔ سفر چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، اب کے دور میں اس کے آداب کا حصہ یہ بھی ہو چکا ہے کہ اس کے بعد آرام کیا جائے۔

### جدت پسند مملکت کی پرانی راجدھانی:

ریاض جتنا اپنی بساوٹ میں پرانا ہے، اتنا ہی اس کے مزاج میں بھی پرانا پن ہے۔ اس پرانے پن سے مراد یہ ہے کہ عام طور پر عرب بھر میں جن بیماریوں کا تصور نہیں کیا جا سکتا، وہ یہاں ڈنکے کی چوٹ پر پائی جاتی ہیں۔ جس مملکت میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہو، وہاں چوری کی ہمت جٹا پانا کتنا مشکل کام ہوگا، بتانے کی ضرورت نہیں لیکن یہ بات فہم سے بالاتر ہے کہ اسے حضرت رسالت مآب ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کے تاثیر کہا جائے یا کچھ اور، ریاض میں بلا کی چوری چکاری پائی جاتی ہے اور دن دہاڑے لوٹ مار۔ ہمیں اپنے کئی رفیق ایسے ملے، جنھیں موقع پا کر کالوں نے کبھی چاقو کی نوک پر ڈرایا اور کبھی گھیر کر لوٹنے کی کوشش کی۔

یہاں کے چور اتنے باکمال بتائے جاتے ہیں کہ پوری گاڑیاں اچک لے جاتے ہیں اور ان کے ہاتھ کی صفائی ایسی کہ پرزے پرزے کرکے بیچ دیتے ہیں، اس طرح کہ گاڑی کے ملنے کے چانس ہی ختم ہوجائیں۔

عرب دنیا میں بھیک ہی نہیں، چندہ مانگنے پر بھی مکمل پابندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہاں بھکاری نظر نہیں آتے لیکن ریاض ایسا جری شہر ہے، جہاں برقع پوش عورتیں دھڑلے سے دھمکاتی نظر آتی ہیں، تقریبًا ویسے ہی جیسے ہمارے یہاں راستوں کے کنارے خوار ہوتی بے چاری غربت۔

بتایا جاتا ہے کہ یہ عورتیں اتنی تیز رو اور شاطر ہوتی ہیں کہ جیسے ہی انھیں پولیس والے نظر آتے ہیں، ان کا سراغ نہیں ملتا۔

بطحا یہاں قلب شہر میں گنجان آبادی والا پرانا اور ایک حد تک بدنام خطہ ہے، جسے عجمی بھتہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ جب ہمیں یہ پتہ چلا کہ عرب کا بطحا، عجم کا بھتہ بن گیا ہے تو غیر شعوری طور پر مسکراہٹ لبوں پر کھیلنے لگی۔ ہم لوگ ہر کسی ترقی یافتہ جگہ کو صرف رنگ روپ سے ہی بمبئی بنانے کا ہنر نہیں جانتے، اس کے نام کی بھی درگت بنا سکتے ہیں۔ سہولیات زندگی کی یکجا فراہمی سے لے کر زندگی کو دوبھر کرنے والے تمام کاموں کے لیے مقدس نام والا یہ خطہ ویسے ہی مرکز ہے، جیسے بمبئی۔

روڈ جام رہنا عرب کی عام بیماریوں میں نہیں لیکن یہ ریاض کی خاص بیماری ہے۔ دائری کے علاوہ اگر کوئی کسی راستے میں پھنس گیا تو کہا نہیں جاسکتا کہ وہ کتنی دیر تک پھنسا رہے گا۔ ہمیں جو سمجھ میں آیا، اس کی ایک اہم وجہ یہاں پبلک ٹرانسپورٹ کا نہ ہونا بھی ہے۔ ریاض میں میٹرو کا کام جاری ہے لیکن یہاں چند بڑے شہروں کو آپس میں جوڑنے والی سرکاری *ساپکو* بسوں کے علاوہ پبلک ٹرانسپورٹ کے طور پر سٹی بس یا دیگر سواریوں کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

ریاض کے راستوں کی سب سے بڑی خوب صورتی یہ کہی جاسکتی ہے کہ بہتیرے راستوں کے نام صحابہ کے ناموں پر ہیں البتہ کچھ راستے ایسے ناموں سے بھی منسوب ہیں، جن پر اسلامی دنیا لعنت بھیجتی رہی ہے۔

جام کی وجہ سے عام شہروں میں جتنے وقت میں دوگنا کام کیا جا سکتا ہے، ممکن ہے ریاض میں اس کا پچاس فیصد ہی ہو یا اس سے بھی کم۔ اگر آپ قلب شہر سے کسی ایک راستے پر نکل گئے تو کئی گھنٹے راستے میں ضائع ہونا معمول کی بات ہے۔

ہاں اگر کوئی جام کا شکار، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شہر دیکھنا چاہے تو دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے۔ ہر جگہ رویۃ یعنی ویژن 2030 کے اشتہارات ہیں اور جنگی پیمانے کی سی تیاریاں۔

عرب کے موجودہ بادشاہ کنگ محمد بن سلمان نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ 2030 تک ریاست کو معاشی طور پر نہایت مستحکم اور خود کفیل بنانا ہے اور محض تیل کے ذخائر پر سے معاشی انحصار ختم کرنا ہے۔ اس دل فریب ویژن کی تکمیل کے لیے بہت سے قابل بیان اور ناقابل بیان وہ کام سرانجام دیے جارہے ہیں، جن کی تفصیل کے لیے انتہائی تفصیلی مضمون چاہیے، مختصراً یوں سمجھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے:

ویژن 2030 کا اہم حصہ سعودیت یعنی لوکلائزیشن ہے۔ ہر اہم اور بطور خاص مال یا کیش سے متعلق عہدے پر سعودی ہونا چاہیے، بھلے اس کے فن اور مزاج کا خیر سے اپنی نوکری کی دنیا سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے ہر کمپنی میں سعودیوں کی فیصدی حصہ داری اور ان کی معقول تنخواہیں مختص کی گئی ہیں۔ پردیسیوں کی جہاں ہنر مندیوں کے بعد پانچ ہزار ریال تنخواہ، خاصی مانی جاتی ہے، وہیں سعودیوں کی بنا ہنر مندی کے بھی سات ہزار سیلری فکس ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ یہ بے ہنرے نہ صرف کمپنیوں پر مسلط ہیں بلکہ یہ اپنے آفسوں میں بیٹھ کر خرمستیاں اور خانہ جنگیاں کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے بارہا کمپنی مالکان ان سے دست بستہ عرض گزار ہوتے ہیں:

حضور! آپ اپنے گھر پر تشریف رکھا کریں تاکہ آپ کی وجہ سے آفس کا نظام درہم برہم نہ ہو، ان شاء اللہ آپ کا مشاہرہ/نذرانہ بنا کسی کمی بیشی کے آپ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہوجائے گا۔ لیکن پھر بھی بارہا انتظامیہ کے ڈر سے ان بزرگ ہستیوں کو کیش کاؤنٹر پر بٹھانا کمپنیوں کی ایسی مجبوری ہے، جس کا وہ اب تک کوئی علاج نہیں تلاش کر پائیں۔ یعنی بادشاہ سلامت نے گھر بیٹھے مفت میں وظیفے دینے کی بجائے، اپنے شہریوں کو نوکریاں دی ہیں لیکن بے ہنری جو پہلے مفت خوری کے ساتھ تھی، اب مسلط ہوکر ہے۔

سعودی گورنمنٹ نے ماضی قریب میں کئی قسم کے ٹیکس لازم کیے ہیں۔ کمپنیوں سے ٹیکس کے علاوہ زکات بھی لی جاتی ہے اور ٹیکس کا یہ نظام اتنا مضبوط ہے کہ اگر کوئی پردیسی اپنی فیملی کے ساتھ رہنا چاہے تو صدقہ فطر کی طرح گھر کے ہر ممبر کی طرف سے سالانہ رہائشی ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ (جاری)

**ربط باہم**

# پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

## اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

مبارک حسین مصباحی

بفضلہٖ تعالیٰ سہ ماہی مجلہ ”ذوق“ ضلع اٹک پاکستان نے ”فضیلۃ الشیخ نمبر“ ایک ہزار صفحات پر شائع کرکے تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے مرتب پروفیسر سید نصرت بخاری ہیں اور معاون خصوصی راشد سیماب ہیں۔ پیش نظر مضمون ہم نے اسی نمبر کے لیے تحریر کیا تھا۔ ہم فضیلۃ الشیخ حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری اور مرتبین کی بارگاہوں میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ مضمون نے ہم نے معمولی اضافے بھی کیے ہیں۔ از: احقر مرتب غفرلہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نوکِ قلم پر اگر اخلاص کی روح مسکرانے لگے تو اس قلم کار کی نگارشات کو دائمی مقبولیت حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ پاک و ہند کے سنی حلقے بخوبی جانتے ہیں کہ فضیلۃ الشیخ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مقبول ترین پیر، بڑے مصنف اور عظیم صحافی ہیں، تحقیقی نقطۂ نظر، حوالوں کا بھرپور اہتمام، لفظوں کے انتخاب میں بلند ذوقی، خیالات میں آفاقیت، شیریں لب و لہجہ، پرکشش اسلوب، موضوعات میں ہمہ گیری اور حیرت انگیز جاذبیت، یہ تمام اوصاف اپنی جگہ سب سے خاص وصف یہ ہے کہ، آپ کو اپنے کاموں کے ساتھ جنونِ عشق ہے۔ کچی دھات اخلاص کی بھٹی میں تپنے کے بعد ہی سونا بنتی ہے۔ ہمارے سید والا کے ظاہری فضائل و مناقب اپنی جگہ۔ آپ کا امتیازی مقام یہ ہے کہ آپ کی رگوں میں خاتم النبیین ﷺ کا خون دوڑ رہا ہے۔ جنت کے مالک تو آپ کے نانا جان ﷺ ہیں۔ یہ تو واقعی ہمارے آقا و مولا ﷺ کے اہلِ بیت سے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب سے اسلام کی تمام مقدس کتابیں لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

اب ہم اپنے موضوع پر آتے ہیں۔ برسوں پہلے پاکستان سے ہمارے نام ایک وقیع کتاب **”احترام سادات اور امام احمد رضا بریلوی“** آئی تھی۔ اس کتاب کے مرتب تھے پیکرِ اخلاص و وفا، پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا عشق رسول تو شہرۂ آفاق ہے۔ آپ اہلِ بیت سادات سے بھی اسی نسبتِ رسول ﷺ کی وجہ سے ٹوٹ کر محبت فرماتے ہیں۔ نعت مصطفےٰ ﷺ کے اس شعر میں آپ نے حق ادا فرمادیا ہے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہ ہماری پہلی شناخت تھی۔ اس کے بعد متعدد کتب پاکستان کے مختلف اشاعتی اداروں سے موصول ہوتی رہیں۔ ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد علیہ الرحمہ کی کتاب **”آئینۂ رضویات“** ہے۔ اس اہم کتاب میں آپ کی تصدیقات و تقریظات ہیں جو قلم کاروں نے آپ سے رضویات کے موضوعات پر کتابوں پر حاصل کی تھیں۔ ان میں ایک اہم کتاب ہمارے ممدوح پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری کی بھی ہے **”امام احمد رضا مخالفین کی نظر میں، آئینۂ رضویات“** تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ہے۔

موصوف سید والا کی رضویات کے حوالے سے یہ پہلی باضابطہ کتاب تھی جس کا مختصر ذکر خیر آپ نے مطالعہ فرمایا۔ آپ ماشاء اللہ مسلسل لکھ رہے ہیں، چند روز قبل ایک مکتوب گرامی موصول ہوا، موصوف تحریر فرماتے ہیں:

”رضویات فقیر کا خاص موضوع ہے، تقریبًا پینتیس کے قریب مقالات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ فقیر کی کاوشوں سے **ماہ نامہ مجلہ ”الحقیقۃ“** کا **”تحفظ ختم نبوت نمبر“** دو ضخیم و عظیم جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، مزید جلدوں کا پروگرام جاری ہے۔ ماہ نامہ الخاتم انٹرنیشنل کا ایک ضخیم **”امیر المجاہدین نمبر“** پریس میں زیر

طبع ہے[1036 صفحات پر مشتمل اب شائع ہو چکا ہے] پاک و ہند کے مشاہیر اہل علم و قلم کی کتابوں، پر تقریباً ایک سو کے قریب تصدیقات و تقریظات لکھی جا چکی ہیں۔“

آپ کی متعدّد کتابوں کی ہم نے زیارت کی، مضامین اور معلومات افزا تحریریں پڑھنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ ہمارے کرم فرما محب مکرم حضرت علامہ ازہر القادری استاذ جامعہ امداد العلوم مٹھنا، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) بڑی باغ و بہار شخصیت ہیں۔ آپ کامیاب شاعر اور کثیر کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری کا ذکر خیر فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ نمبر دیجیے۔ فرمایا: میں ان سے عرض کیے دیتا ہوں وہ خود اہلِ علم و قلم سے رابطے کے لیے اتاولے رہتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: باہمی رابطے کے لیے یہ انداز کم از کم ہمارے لیے غیر مناسب ہے، آپ نمبر عنایت فرما دیجیے۔ سوچا کہ آرام سے رابطہ کر لیں گے، مگر کچھ دیر میں عطر بیزیوں سے لبریز نوازش نامہ آ گیا۔ دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

آپ خانوادۂ مصطفےٰ کے نور کی پر نور تنویر ہیں، پیشانی پر نور کا سویرا ہے، دلوں کو تازگی بخشنے والے لب و رخسار ہیں۔ بھولا پر کشش چہرہ ہے، لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ قدرتی ہے، پر نور داڑھی، سر پر سنتِ مصطفیٰ کے مطابق عمامہ شریف، چھریرا دراز قد، مضبوط بدن، باتوں میں شیریں بیانی ہے۔ لفظوں میں بزرگانہ فیض رسانیوں کے پھول کھلاتے ہیں، عجز و انکسار کے پیکر جمیل ہیں۔ نہ تعلی ہے اور نہ بوئے تکبر، مخاطب کی تعریف و توصیف سے محفل کو خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ ہمیشہ لکھنے اور لکھانے کی باتیں فرماتے ہیں، لہجے میں حیرت انگیز شیرینی اور حلاوت ہے، لبوں کو جنبش دیتے ہیں تو پھول جھڑتے ہیں، جی چاہتا ہے حضرت محوِ تکلم رہیں اور ہم سراپا سماعت بنے رہیں۔ تقسیم وطن نے بظاہر دور دور کر دیا ہے مگر حق اور سچ یہی ہے کہ آپ ہمیشہ ہمارے دل میں رہتے ہیں۔ آپ کے وجود نازکی خوشبو ہمیشہ معطر کرتی رہتی ہے۔

بھائی یہ لفظوں کی بازی گری نہیں بلکہ آپ کے وجودِ ناز کی ہلکی سی جھلکیاں ہیں، ابھی شرفِ لقا حاصل تو ہوا ہے مگر صرف الیکٹرانک ذرائع سے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ باضابطہ شرف ملاقات حاصل کریں گے۔ ہم آپ کی فکر و شخصیت پر تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے، مگر اب وقت کم ہے۔

پروفیسر سید نصرت بخاری بڑی خوبیوں کے حامل ہیں، آپ نے پنجاب ضلع اٹک سے **”سہ ماہی ذوق“** کا آپ کی بلند پایہ شخصیت پر خصوصی شمارہ نکالنے کا عزم کیا ہے، اس کا وقت تو مکمل ہو گیا۔ اس لیے سر دست ہم صرف **”پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور“** کے موضوع پر چند صفحات رقم کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ کے چند معلومات افزا مکتوب نقل کرتے ہیں، ان خطوط میں آپ کی قلبی محبت کی خوشبو ملے گی، بلا شبہہ میٹھے میٹھے جملے، حوصلہ افزائی کا امنڈ تا ہوا سمندر، اپنی قلمی کاوشوں کا معمولی اظہار، مرسل الیہ سے زیادہ کام لینے کی تدبیریں۔ مارچ 2020/رجب المرجب 1441 کا یادگار مہینہ ہے، آپ سے رابطہ ہوا، زیادہ باتیں اور تبادلۂ خیالات صوتی آڈیو سے ہوتا رہا، ان سب کو نقل کرنا کار دارد، جو تحریریں ماہ نامہ اشرفیہ میں شائع ہوئیں ہم انھیں کو ذیل میں نقل کرتے ہیں، پہلے مکتوبات اور اس کے بعد دیگر تحریروں کی نشان دہی کریں گے۔ یہ تمام چیزیں وہی ہیں جو ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہو چکی ہیں۔

## پہلا مکتوب:

### ماہ نامہ اشرفیہ کا اشاریہ اور جہانِ اشرفیہ کی ترتیب

بملاحظہ گرامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یاد آوری کا شکریہ۔ ماشاءاللہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کا پاک و ہند میں طوطی بول رہا ہے۔ اس کے بانی شیخ طریقت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نیک نیتی اور خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فرزندان نے علمی، ادبی، تدریسی اور تحقیقی میدانوں میں مصباحی نسبت سے ایک دھوم مچائی ہوئی ہے۔ الحمدللہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور آج فکر رضا کا ایک ترجمان بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے فارغین دنیا بھر میں تبلیغ واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ اس کے ترجمان ”اشرفیہ“ نے سنی صحافت میں ایک انقلاب بپا کیا ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تاریخ و تحریک مرتب کر کے سامنے لائی جائے۔ اور اس کے اساتذہ کرام اور فارغین کا بھی ایک جامع تذکرہ مرتب کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کے حوالے سے بھی ایک مقالہ لکھوا کر منصۂ شہود پر لایا جائے۔ ماہ نامہ ”اشرفیہ“ کا اشاریہ بھی مرتب کرنے کی

ضرورت ہے۔ ماشاءاللہ، ماہ نامہ اشرفیہ کی کئی خصوصی اشاعتیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ ان پر بھی کام کیا جاسکتا ہے۔ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو ایک ”جہان اشرفیہ“ آسانی سے ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ آپ کی ادارت میں ماہ نامہ ”اشرفیہ“ کے ”سیدین نمبر“ نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔ ان شاءاللہ اس نمبر کے حوالے سے فقیر ایک مقالہ لکھ لکھنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ آپ نے فقیر کی تحریروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا یہ آپ کا حسنِ ظن ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بہرکیف یہ سعادت اور اعزاز ہے کہ فقیر کی تحریریں ”اشرفیہ“ میں شائع ہوں۔ ان شاءاللہ، آپ سے رابطہ باضابطہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی علمی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں شہرت عام بخشے۔۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

والسلام مع الاکرام:

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

(ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، اپریل 2020ء، ص:53)

## مختصر جوابِ از احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

گرامی وقار شیخِ طریقت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم العالیہ....... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کرم فرمائی کا شکریہ، آپ نے اپنے مکتوبِ گرامی سے سرفراز فرمایا اور بھی متعدّد تحریریں عطا فرمائیں، ان سب نوازشوں کے لیے سراپا سپاس ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ کرم حقیر فقیر راقم اور جہانِ اہلِ سنت پر دراز فرمائے۔ آمین۔

آپ نے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے اشاریہ کے لیے حکم دیا، یہ آپ کی بے پایاں محبت اور نوازش ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند سال قبل ہمارے دو باصلاحیت قلم کاروں نے اس پر کام کیا ہے، محب مکرم حضرت مولانا مفتی ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی اور محبِ گرامی وقار حضرت مولانا مفتی قطب الدین رضا مصباحی دام ظلہ العالی۔ چند ماہ قبل حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی سے ہم نے عرض کیا تھا کہ آپ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیں، ان شاءاللہ تعالیٰ یہ حضرات مزید توجہ فرمائیں گے تو باقی کام بھی مکمل ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ ان حضرات کا مرتب کردہ اشاریہ قسط وار ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوچکا ہے، آپ نے دوسری بات ارشاد فرمائی ہے کہ فرزندانِ اشرفیہ کی زریں خدمات اور تصنیفات و تالیفات پر کام ہونا چاہیے، اس رخ پر بھی کسی قدر کام ہوا ہے، مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اب مزید تندہی سے لگنا پڑے گا۔ ہم ماہ بہ ماہ وصال فرمانے والی شخصیات پر جو لکھتے رہے ہیں وہ 480/ صفحات پر مشتمل ہے جو **”شہرِ خموشاں کے چراغ“** کے عنوان سے کتابی صورت میں منظرِ عام پر آچکی ہے، یہ کتاب نیٹ پر موجود ہے، آپ زیارت فرماسکتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن برکاتی مصباحی کی 264/ صفحات پر مشتمل ”فرزندانِ اشرفیہ کی علمی و تصنیفی خدمات“ 2018ء میں شائع ہوچکی ہے، اس کے علاوہ ”فروغِ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات“ 656/ صفحات پر مشتمل 2019ء میں شائع ہوچکی ہے۔ اس کے مرتب ہیں حضرت مولانا ابوہریرہ رضوی مصباحی اور حضرت مولانا محمد فیضان سرور مصباحی، یہ کتابیں علمی دنیا میں پسند کی گئیں۔ مزید دعاؤں کی ضرورت ہے، ان شاءاللہ تعالیٰ باقی باتیں بھی آپ سے ہوتی رہیں گی۔ والسلام مع الاکرام

طالبِ دعا — احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

(ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، اپریل 2020ء، ص:53، 54)

## دوسرا مکتوب:

## حافظِ ملت کے فیضان کا ایک فرحت بخش جھونکا

محبتوں اور عقیدتوں سے لبریز پیغام اشرفیہ سماعت ہوا، آپ کی پیاری آواز سنی تو ایسا محسوس ہوا کہ شیخ طریقت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا ایک فرحت بخش جھونکا آیا اور قلب و جگر کو حلاوت بخش گیا، اللہ اللہ، یہ ہیں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی تصرفات جہاں زمین و زماں کے فاصلے بھی سمٹ کر رہ گئے، برھان شریف سے مبارک پور کا روحانی سفر ایک آن میں طے ہو گیا۔ فکری و نظریاتی ہم آہنگی ہو تو پھر یہ فاصلے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ نے فقیر کے بارے میں اپنی جن نیک خواہشات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس پر سراپا سپاس ہوں۔ اللہ کرے ہماری یہ خدمات بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بھی مقبول ہو جائیں۔ ان شاءاللہ مضامین و مقالات کا تبادلہ رہے گا۔

ماشاءاللہ، آپ خود بھی "مبارک" ہیں اور پھر ماہ بھی "مبارک" ہے۔ امید ہے کہ آپ ان مبارک ساعتوں میں اس ناچیز ہیچ مدان کو اپنی دعاؤں نگاہوں اور عطاؤں میں یاد رکھیں گے۔ ہاں حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں بھی جا کر فقیر کا نیاز مندانہ سلام پہنچا دیں۔ اور میری طرف سے فاتحہ بھی پیش فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے

محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی علمی و تحقیقی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اپ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

(ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، 2020ء، ص:54)

## مختصر جواب:

آپ کے ارشاد کے مطابق ہم نے حضور حافظِ ملت قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں آپ کا سلام پیش کیا اور فاتحہ بھی پڑھی اور آپ کی سربلندیوں کے لیے خوب خوب دعائیں بھی کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے اور آپ کے کارناموں کو مقبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از: احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ۔۔ خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

## تیسرا مکتوب:

### آہ! کورونا کی وبا میں عید مبارک کیسے کہیں!!

انسانی زندگی رواں دواں ہے، روز وشب تیزی سے گزر رہے ہیں۔ ماہ وسال نہایت برق رفتاری سے بیت رہے ہیں۔ انسانی زندگی میں کئی بار غمی و خوشی کے لمحات بھی آئے۔ انسانی زندگی میں جہاں خوشی کے چند لمحات آتے ہیں وہاں دکھوں اور غموں کے پہاڑ بھی سامنے آئے ہیں۔ آج پوری انسانیت دکھوں اور غموں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ انسانیت کی نہایت بے دردی سے قتل وغارت جاری ہے، انسانیت کی تذلیل تسلسل سے جاری ہے، ہر طرف آہ وبکا اور آہ وزاری ہے۔ اسلام اور بانی اسلام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں ایک گہری سازش کے تحت ہرزہ سرائی جاری ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قادیانیوں کی حمایت میں تمام سیکولر اور لبرل قوتیں متحد ہو چکی ہیں۔ چین سے اٹھنے والی وباء کورونا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہماری مساجد بند کر دی گئی ہیں یا ان میں عبادات محدود کر دی گئی ہیں۔ ہماری خانقاہیں مقفل کر دی گئی ہیں۔ دوسری جانب بے حیائی اور عریانی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں۔ آہ اس بار ان حالات میں یہ عید سعید آئی۔ کہ۔ کوئی مسلمان ایک دوسرے سے معانقہ نہ کرے، مصافحہ نہ کرے۔ اللہ اللہ ان حالات میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کیسے "عید مبارک" کرے۔ کیسے خوشی کا اظہار کرے!!!.. ہر طرف اداسیوں کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ اللہ جانے ہمیں حقیقی "خوشی" کب نصیب ہوگی۔۔ ہم اس "خوشی" کی تلاش میں ہیں۔ ہم اس "عید" کی تلاش میں ہیں۔ ہاں ہاں، ہماری عید اور خوشی اس دن ہوگی جب ہم ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب ﷺ کے تحفظ کے لئے یک جان اور یک زبان ہوں گے۔ جب ہم مظلوم اور نہتے انسانوں کی حمایت کر سکیں گے۔ جب ہم ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کر لیں گے۔ ہاں پھر ہم ایک دوسرے سے کہہ سکیں گے "عید مبارک ہو"۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہمیں حقیقی خوشی اور عید کا موقع عطا فرمائے ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے، اور اسلام کو غلبہ و قوت عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعاگو و دعاجو، گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

(ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، اپریل 2020ء، ص:54)

"عید سعید مبارک کے موقع پر آپ نے کرونا کا ذکر کیا، بلا شبہہ یہ حق اور سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غموں سے نجات عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے تاکہ باہم مبارک بادیوں کے سلسلے بہ خوشی جاری رکھ سکیں۔

آپ نے اس عالمی وبا کا ذکر کر کے جہانِ اہلِ سنت کے اکابر اور اصاغر جو اس وبا کی زد میں آکر دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کی یادیں تازہ کر دیں۔ دل و دماغ پہلے ہی غم زدہ تھے، آپ نے ان کا غم تازہ کر دیا، مقامِ افسوس یہ ہے کہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

آپ کا اپنا۔ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

## چوتھا مکتوب:

### ختم نبوت فورم کے ترجمان ماہ نامہ مجلہ "الخاتم ﷺ" کی اشاعت ثانیہ کا ازسرِ نو اجرا

اس مجلہ کا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور ناموس رسالت مآب ﷺ کا تحفظ ہے۔ فتنۂ قادیانیت اور اس جیسے دیگر فتنوں کا تعاقب بھی اس کے اغراض و مقاصد میں شامل ہے۔ یہ قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یاد میں جاری کیا گیا ہے۔ ہماری کوشش اور خواہش ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ماہ نامہ مجلہ "الخاتم ﷺ" انٹرنیشنل سطح پر مطلع صحافت پر طلوع ہو۔ اس کے لئے آپ جیسے اہل سنت کے درد مند قلمکار کے تعاون اور مشاورت کی ہمیں ضرورت ہے۔ **آپ کا نام اس کی مجلسِ مشاورت میں شامل کیا جارہا ہے۔** امید ہے کہ آپ

ضرور اپنی رضامندی ظاہر فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کے علم وقلم میں مزید جولانیاں اور روانیاں عطافرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ و اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین......

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
"خلیفۂ مجاز بریلی شریف" مدیر اعلیٰ الحقیقۃ
ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی،
برہان شریف ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان
(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، اپریل 2020ء، ص:56)

اس مکتوب گرامی کے بعد ہم نے کوئی جواب نہیں دیا کہ شاید ہماری خاموشی رنگ لائے، مگر جب پہلا شمارہ آیا تو مجلس مشاورت میں ہمارا نام شامل تھا۔ دامن بچانے کی راہ بھی کام نہیں کر سکی۔ حق اور سچ یہ ہے کہ آپ نے مجلہ الخاتم ﷺ میں اپنے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرطاس وقلم کی مزید توفیق رفیق عطافرمائے۔ آمین۔

از: احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

## پانچواں مکتوب:
## "الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر"

بملاحظہ گرامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر" الحمد للہ علی احسانہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز ہیچ مدان سے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ماہنامہ "الحقیقہ" کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" جیسا اہم کام لیا ہے۔۔ مجھے اگر کسی علمی و تحقیقی کام پر ناز ہے اور میرے لئے کوئی اعزاز ہے تو بس وہ یہ "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ ان شاء اللہ، کل قیامت میں بھی اپنے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے نظر التفات کی اگر کوئی امید ہے تو بس یہی "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ امید واثق ہے کہ میرے سرکار ابد قرار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس آسی کی ضرور لاج رکھیں گے، ان شاء اللہ۔

الحمد للہ، فقیر نے مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حسن ابدال کے ایک دور افتادہ علاقے برھان شریف میں بیٹھ کر یہ عظیم و ضخیم نمبر ترتیب دیا ہے جہاں کتابوں کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اللہ اللہ، فقیر ان یادگار لمحات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب ایک دن اچانک مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سخت علالت میں مجھے راول پنڈی بلایا اور اہل سنت کی زبوں حالی پر خود اور فقیر کو بھی خوب رولایا روتے روتے آپ نے فقیر سے فرمایا: شاہ جی! میں گیا اب تمھارا وقت آیا، ابھی تک اہل سنت کی تاریخ مرتب کرنے کا خیال کسی کو نہ آیا!!... رات گئے فقیر نے رخصت لی اور گھر چلا آیا۔ صبح موبائل پر یہ اعلان آیا کہ حضرت آسی نے سفر آخرت فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون فقیر کی زبان پر آیا، بندہ کو اس وقت اس آخری ملاقات کا راز سمجھ میں آیا، چونکہ حضرت آسی کافی پریشان تھے کہ الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ابھی تک سامنے کیوں نہ آیا، آپ کی نورانی بصیرت نے اپنا کام کر دکھایا۔ آپ کے بھانجے اور جانشین صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فوراً مجھے الحقیقہ کا مدیر اعلیٰ بنایا، معذرت پیش کی لیکن صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں آپ ہی مدیر اعلیٰ ہیں کیونکہ حضرت آسی نے خود فرمایا۔ تب مجھے دوبارہ خیال آیا اور حضرت سے آخری ملاقات کا عقدہ بھی سامنے آیا، حضرت آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شدید خواہش تھی کہ الحقیقہ کا ایک ضخیم نمبر شائع ہو کر سامنے آئے چنانچہ فقیر نے ہامی بھرلی اور صاحب زادہ سے گزارش کی، صاحب زادہ صاحب! فقیر کے مہربان اور قدردان اور آپ کے پیر و مرشد اور ماموں مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنے چلا ہوں آپ صرف احسن انداز میں اس کام کو شائع کرنے والے بنیں، آپ نے فرمایا، شاہ جی! یہ میرے لئے اعزاز اور سعادت ہوگی کہ آپ ختم نبوت کے حوالے سے کام کریں اور میں الحقیقہ کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" کے نام سے اسے کتابی صورت میں شائع کروں، رحمت حق بہانہ می جوید ناچیز نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اپنے پیارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کے لیے کام شروع کر دیا۔

ایک گشتی مراسلہ تیار کیا، مختلف اہل علم وقلم کو بھیجوایا رسائل میں شائع کروایا۔ اس موقع پر بھی حسب روایت قدرت نے میری دستگیری فرمائی۔ عزیزی ظفر محمود قریشی جیسے فعال نوجوان کو میرا معاون بنایا۔ انھوں نے مجھے موٹر سائیکل پر بٹھایا، پھر اسے خوب دوڑایا، مختلف اہل علم وقلم سے ملوایا۔ شروع شروع میں تو کوئی مثبت نتیجہ سامنے آیا۔ بعض علما و مشائخ کی نازک مزاجی ہمارے آڑے آئی، کسی نے ہمیں

اپنی بات سنائی، کئی علماومشائخ تو اتنی بلندیوں پر فائز نظر آئے کہ ہم انھیں دیکھتے رہ گئے، ان تک نہ ہو سکی ہماری رسائی۔ بہت سارے علماومشائخ نے سرد مہری دکھائی، کسی نے کہاتم نے یہ موضوع کیوں اٹھایا، کسی نے کہا کہ یہاں تو کوئی قادیانی نہیں آیا کسی نے کہا کہ اس پر تو بہت کچھ سامنے آیا کسی نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا وقت کہاں سے آیا۔ بھانت بھانت کی بولیاں اور رنگ برنگی ٹولیاں ہماری استقامت کے آگے نہ ٹھہر سکیں۔ ہم نے دائیں بائیں نہ دیکھا کسی کی بھی باتوں پر ہم نے کوئی کان نہ دھرا اور آگے بڑھتے گئے۔ موٹر سائیکل، خطوط اور موبائل کو بھی عمل میں لایا۔

الحمد للہ، مضامین ومقالات آنا شروع ہو گئے، مضامین ومقالات آتے گئے۔ فقیر ان کی نوک پلک درست کرتا گیا۔ عنوانات دیتا گیا اور عزیزی ظفر محمود قریشی کے حوالے کرتا گیا۔ انھوں نے نہایت محبت ومحنت سے ہر مقالے کی کمپوزنگ کی، سیٹنگ کی۔ پھر فقیر نے ابواب بندی کے تحت سلک مروارید کی طرح تمام مقالات ومضامین کو ترتیب دی اور اداریہ لکھا۔ کمپوزنگ کے حوالے سے ظفر محمود قریشی نے مجھے کبھی فکر مند نہ ہونے دیا۔ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی فی الحال دو جلدیں شائع ہو کر سامنے آئی ہیں۔ پہلی جلد 2012ء میں اور دوسری جلد 2019ء میں شائع ہو کر سامنے آئی۔ تیسری جلد تکمیل کے مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ چوتھی پر کام جاری ہے۔ ہمارے بعض مہربان تعاون کا بہت یقین دلاتے رہتے ہیں لیکن وقت آنے پر ہمارے کام نہیں آتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلی جلد جب شائع ہو کر سامنے آئی اور اسلام آباد میں اس کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی تو اس موقع پر ہمارے مہربان سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب صاحب نے فرمایا تھا کہ اس پہلی جلد میں کافی اغلاط رہ گئی ہیں ان شاء اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی دوسری جلد کی پروف ریڈنگ کراچی میں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کے تحت خود کراؤں گا۔ چنانچہ جب دوسری جلد تیار ہوئی تو رانا آفتاب احمد صاحب نے دوسری جلد پروف ریڈنگ کے لئے حاجی حنیف طیب صاحب کو کراچی ارسال فرمائی ،تین چار ماہ گزر گئے کسی نے بھی اس جلد کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ مجبوراً یہ جلد واپس منگوائی گئی اور اس کی پروف ریڈنگ فقیر نے اپنے مہربان مولانا حافظ فرمان علی زید مجدہ مدرس جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ کے حوالے کی انہوں نے مصروفیت کے باوجود رات دن ایک کر کے اس کی پروف ریڈنگ فرمائی۔ صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے زرکثیر لگا کر شیران اسلام پاکستان کے زیر اہتمام الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی دونوں جلدیں شائع فرمائیں۔

المختصر الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ہم سب کے لئے ایک اعزاز ہے، ایک سعادت ہے۔ یہ عظیم وضخیم نمبر برہان شریف میں ترتیب پایا، ظفر محمود قریشی نے واہ کینٹ میں کمپوز کرایا اور صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اسے شیران اسلام پاکستان کے تحت کاغذی پیرہن پہنایا۔ تب یہ تحفظ ختم نبوت نمبر دنیا کے سامنے آیا۔ ملت اسلامیہ کے علماومشائخ کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ اپنے مریدین کو تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت سے آگاہ فرمائیں۔ اس نمبر کو اپنے حلقہ احباب میں پھیلائیں۔ ہاں ہاں، اللہ کے بندو! بیدار ہو جاؤ! اٹھو اور آگے بڑھو! عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ تحفظ ختم نبوت نمبر کی ان دونوں جلدوں میں ختم نبوت کی تاریخ اور تحریک محفوظ کر دی گئی ہے لہذا یہ دونوں جلدیں خود خریدو اور دوسروں کو بھی خریدنے کی دعوت دو، خود بھی پڑھو اور دوسروں کو بھی پڑھاؤ۔ یہ عظیم وضخیم نمبر ہر لائبریری بلکہ ہر گھر میں پہنچنا ضروری ہے۔ صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور شیران اسلام پاکستان کی پوری جماعت بالخصوص ظفر محمود قریشی، حافظ اظہر محمود، حاجی عبد الرزاق، الحاج شوکت علی شوہر، ممنون احمد آسوی، رانا آفتاب احمد اور حافظ نعیم احمد اور دیگر احباب جن کی تگ و تاز سے اس کی اشاعت عمل میں آئی، یہ سب ساری دنیائے اہل سنت کی جانب سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل اس نمبر کے تمام معاونین وقارئین کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، دنیا کی آفات وبلیات سے محفوظ فرمائے اور آخرت میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعاگو ودعاجو، گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی،

برہان شریف ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، مئی 2020ء، ص:51، 52)

ختم نبوت نمبر کی دونوں ضخیم جلدوں کے لیے ہم حضرت سید صابر حسین بخاری قادری اور ان کے مخلصین کے لیے دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے طفیل جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ (جاری)

یادوں کے چراغ
آخری قسط

# یادِ دوست

## آہ! نقادِ من شرر بے شرر مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

**محمد انور علی سہیل فریدی**

ماہ نامہ قاری دہلی شمارہ جولائی 1986ء میں پروفیسر عنوان چشتی کا ایک مضمون ”سید سلیمان ندوی کا تصور نبوت اور بشریت“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس میں پروفیسر صاحب نے ذات باری تعالیٰ کے لیے ”ذہن“ کا لفظ استعمال کیا۔ آپ نے پروفیسر صاحب کو آگاہ کیا کہ باری تعالیٰ کے لیے ”ذہن“ کا لفظ نہیں ہونا چاہیے، مکتوب کی عبارت یہ ہے:

”ماہ نامہ قاری کے شمارہ جولائی 86ء میں ایک مضمون ”سید سلیمان نبوی کا تصور نبوت اور بشریت“ کے عنوان سے شائع ہوا جو آپ کے علمی وفکری بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ نہایت ادب کے ساتھ استفسار ہے کہ یہاں پر ”ذہن“ کا لفظ سبقت قلمی کا نتیجہ ہے یا قصدًا تحریر کیا گیا ہے؟ میری ناقص رائے میں ”ذہن“ خالص تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لیے اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ امید کہ اپنے عندیہ سے مطلع فرمائیں گے۔“

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:91)

پروفیسر عنوان چشتی نے آپ سے اتفاق کیا اور اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور تحریر فرمایا:

آپ نے میرے مقالے کو پسند فرمایا، اس کے لیے سراپا سپاس ہوں، سچ تو یہ ہے کہ علمی اور دینی کام تو آپ حضرات کو زیب دیتا ہے، البتہ انگلی کٹا کر میں بھی شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ نے ”ذہن“ کے لفظ کی طرف توجہ دلائی، اس کا شکریہ، وہ محض عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے ورنہ میں آپ سے متفق ہوں۔ کبھی ادھر تشریف لائیں تو غریب خانہ کو شرف بخشیے۔ مخلص

عنوان چشتی

9 ستمبر 1986ء

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:92)

آپ پروفیسر عنوان چشتی صاحب کے علم و فن کے معترف تھے اور ان کا احترام کرتے تھے، ان کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”پروفیسر عنوان چشتی کا نام علمی اور ادبی حلقوں میں احترام سے لیا جاتا ہے، علمِ عروض و قوافی میں دستگاہِ کامل نے آپ کا درجۂ اعتبار اور بڑھا دیا ہے۔“ (غمزۂ چشم ہمزہ، ص:53)

ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب صاحبِ علم تھے اور اہلِ علم کے قدر دان تھے۔ مثل مشہور ہے کہ قدر گوہر شاہ داند یا بہ داند جوہری ”آپ پروفیسر سید طلحہ رضوی برق داناپوری، سابق صدر شعبۂ اردو فارسی و ڈین فیکلٹی آپ ہومینوٹیز ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ کی اعلیٰ علمی صلاحیت، خوش اخلاقی اور راست گوئی کے معترف تھے، غمزۂ چشم ہمزہ میں رقم طراز ہیں:

”پروفیسر سید طلحہ رضوی برق مدظلہ العالی کو فارسی لسانیات اور اردو ادبیات پر کامل عبور ہے عروض و قوافی اور تاریخ گوئی میں بتام و کمال مہارت اس پر مستزاد۔ میں موصوف کے علمی تبحر اور فنی حذاقت کا معترف، حسنِ اخلاق اور راست گوئی کا معتقد اور خوے مزاجِ شیریں کلامی کا مرید ہوں۔“ (غمزۂ چشم ہمزہ، ص:53)

ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب نے حضرت برق رضوی کو فارسی کا ایک مصرع اس طرح لکھنے پر صحیح طرز تحریر سے آگاہ کیا، یہ آپ کی راست گوئی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس پر آمنّا وصدّقنا (محاورہ) کہا، ایہ آپ کا اعلیٰ ظرف اور علم کی قدر کو ظاہر کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پروفیسر صاحب کو تحریر فرمایا:

”چند روز پہلے ”ماہِ نور“ کے دفتر میں نیاز حاصل ہوا تھا، اشرف العلما نمبر کے لیے آپ کا مرسلہ قطعۂ تاریخ (کمپوز شدہ) تصحیح شدہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، جس میں ایک مصرع یوں کمپوز ہو گیا تھا:

الٰہی نامش تابد زارض تا بہ سما

آپ نے اس کی تصحیح یوں کی:

الٰہی نامش بتابد زارض تا بہ سما

میرے خیال میں ”الٰہی نامش تابد زارض تا بہ سما“ کسی طرح

نا موزوں نہیں بلکہ "الٰہی نامش بتابد زارض تا بہ سما" میں ثقل ہے وہ بھی یہاں معدوم ہے۔ اب یہ مصرع کیسے موزوں ہے، یہاں کون سا زحاف موثر ہے اور کس طرح عروضی مطالبہ پورا ہوتا ہے، بس یہی سمجھنے کی چیز ہے۔ "خدا سلامت رکھے حضور والا کو"

والسلام—احقر شرؔر مصباحی

11 فروری 2008ء

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:78)

پروفیسر طلحہ رضوی صاحب نے مکتوب کے جواب میں تحریر کیا:

"اس مصرع کی املا جو آپ نے کی اسے کون نادرست کہے گا۔ اس مصرع میں در اصل نامش نہیں بلکہ نامُش بطرز ایرانیاں تلفظ کرتا ہوں، اس طرح بھی مصرع موزوں ہی رہتا ہے:

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فَعِلن

میں کئی زحاف آتے اور آسکتے ہیں، ابھی سب مستحضر نہیں۔ آپ نے اسے درست فرمادیا تو درست ہے، میں آپ کو سند مانتا ہوں۔ اگر غلط بھی ہو تو درست فرمادیں، مجھے آپ کی ہر اصلاح قبول ہوگی۔ والسلام۔ نیاز مند—برق عفی عنہ

14 فروری 2008ء

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:79)

ڈاکٹر شرؔر مصباحی صاحب نے اس مصرع کا وزن اس طرح کیا ہے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| الٰہی نا | مش تابد | زارض تا | بہ سما |
| مفاعلن | مفعولن | مفاعلن | فعلن |

اس کے آگے تحریر کرتے ہیں، سلسلہ افاضہ قائم ہے تو کچھ اور ثواب حاصل کرتا چلوں، اسی قطعۂ تاریخ میں ایک شعر ہے۔

سروش دا مرا ایں دو مصرعِ تاریخ
ز سنّ ہجری و سنّ نہفتن عیسیٰ

یہاں سال کی جگہ سن تشدید نون کے ساتھ دونوں جگہ استعمال ہوا ہے، کیا عربی یا فارسی ء میں سال کے معنیٰ میں اس کا استعمال (بہ تشدید نون) عند الفصحا شائع وذائع ہے؟ اور کیا فن کی طرح سن کے بھی سارے حروف اصلی ہیں۔ فصحا کے کلام سے جواب مطلوب ہے۔ نیز "سنّ نہفتن عیسیٰ" سے مستفاد ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء سے سنِ عیسوی کی ابتدا کا اعتقاد رکھتے ہیں، غور کیجیے اس کے مضمرات بہت دور رس ہوسکتے ہیں۔"

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:80،81)

دونوں حضرات میں مراسلاتی گفتگو اس قدر مہذب طریقے اور ادبی و علمی انداز میں ہوئی کہ نہ برق گری اور نہ شرؔر سے چمن خاکستر ہوا۔ ایک دبستان دلی اور لکھنؤ کے تعلیم یافتہ ہیں، دوسرے شاؔد و نعیؔم و قتیؔل و کلیؔم کے دبستان عظیم آباد کے تربیت یافتہ ہیں۔ دونوں کو صد آفریں۔

ڈاکٹر شرؔر مصباحی فنِ شاعری (عروض) میں ید طولیٰ رکھتے تھے، یہ فن انھیں وراثت میں ملا تھا، آپ کے والد الحاج عبد السمیع و دادا شیخ عبد اللہ صفؔا بڑے شاعر تھے۔ سلسلہ قادریہ کاملیہ کے ایک بزرگ صوفی محمد جان کامل ولید پوری خلیفہ وجانشین چراغ ربانی مولانا شاہ محمد کامل نعمانی ولید پوری سے اچھے مراسم تھے۔ یہ ایک دوسرے کے مداح تھے۔ شیخ عبد اللہ صفا نے حضرت صوفی محمد جان کاملی کی شان میں اشعار بھی کہے ہیں۔ حکیم صاحب اس فن میں منفرد تھے، اس زمانے میں فنِ شاعری میں ان جیسی گہری نگاہ والا دوسرا دکھائی نہیں دیتا، ابھی ان کو دنیا سے رخصت ہوئے دو عشرے (20 دن) ہوئے ہیں، ان کا لکھنا کہ "میں حضرتِ والا زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، عروض و قوافی اور شاعری کے فن سے متعلق میری معلومات بہت محدود ہیں" (غمزۂ چشم ہمزہ، ص:78) عاجزی انکساری اور خاکساری کو ظاہر کرتا ہے، میں نے یہ چیز ان کی زندگی میں بارہا دیکھی ہے۔ علامہ نشوؔر واحدی، مولانا نیاؔز فتح پوری، پروفیسر سید طلحہ رضوی برق، نواب جعفر علی خاں اثؔر لکھنوی، پروفیسر سید عنوان چشتی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی جیسے مستند علمائے اردو ان کے مداح تھے اور ان کا فن شاعری پر عبور کے قائل تھے۔ حضرت اثؔر لکھنوی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جناب شرؔر صاحب سلام مسنون

آپ کا خیال صحیح ہے، "تقلید کافر" بلا اضافت ہے۔ تقلید کی بنا پر چند روز کے لیے کافر ہوا نہ کہ کافر کا مقلد ہوا۔ والسلام۔

وصول: 15 فروری 62ء

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:116)

پروفیسر طلحہ رضوی نے آپ کے بارے میں لکھا کہ "میں آپ کو سند مانتا ہوں۔" (غمزۂ چشم ہمزہ، ص:79)

پروفیسر عنوان چشتی لکھتے ہیں:

"آپ نے بہت مہذب اور دلکش انداز سے منظوم تعارف

لکھا ہے اس کو کہیں شائع ہونا چاہیے۔" (غمزۂ چشم ہمزہ، ص:94)

علامہ نشور واحدی نے ایک مکتوب میں لکھا:

"عزیزم، سبحان اللہ، کیا غزل کہی ہے، اچھے اچھے اس جدت اور آگاہی کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ مبارک باد۔ دعاگو۔"

نشور واحدی—20 اپریل 1966ء (کانپور)

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:124)

فقہی دنیا میں حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں، برس ہا برس مرکزی دار الافتا رضویہ بریلی شریف میں مفتی اعظم دیارِ ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری نور اللہ مرقدہ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کی۔ برسہا برس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں صدر مفتی رہے۔ ان کی تحریر مستند، ان کا فتویٰ مستند، بقول استاد میر تقی میر کے— ع

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب ردِ فعّال تھے، کہتے کم اور کرتے زیادہ تھے۔ "فقیہ اعظم ہند" کے خطاب کے سلسلے میں آپ نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ایک ملاقات میں اس کی تفصیل سے آگاہ کیا، یہ ملاقات آپ کی رہائش گاہ قرول باغ دہلی میں شب میں ہوئی۔ احقر کی حضرت مفتی صاحب سے پہلی ملاقات 1966ء میں بریلی میں عرس رضوی کے موقع پر ہوئی۔ اس وقت آپ گردے کے درد میں مبتلا تھے، علیل تھے۔

فنِ تاریخ گوئی فی زمانہ عنقا ہو رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس فن کے ماہر شعرا کی کثیر تعداد تھی۔ وہ چلتے پھرتے تاریخ کہہ دیتے تھے۔ ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب اس فن سے خوب واقف تھے اور دسترس میں رکھتے تھے۔ بہت عمدہ بامعنیٰ شخصیت اور کتاب کی مناسبت سے تاریخ نکالتے تھے۔ احقر نے اپنی کتاب "تذکرہ صابریہ" کی تاریخ کے سلسلے میں عرض کیا۔ آپ نے بہت عمدہ منظوم تاریخ نکالی اور عنایت کی مزید ایک قطعہ تاریخ تصنیف کا بھی عنایت فرمایا، ملاحظہ ہو۔

یہ ہے تذکرہ صابری سلسلے کا
سراپا ہدایت سراپا نصیحت
جلا اس سے ملتی ہے ایماں کو پیہم
چمکتی ہے اس سے جبینِ عقیدت
دکھاتا ہے ہم کو رہِ استقامت
ذرا غور سے دیکھیں اہلِ بصیرت
یہی تو ہے در اصل صحت کا ضامن
یہی ہے غذا روح کی در حقیقت
وہ سلطانِ کلیر جو صابر پیا ہیں
خرابہ ہے آباد جن کی بدولت
سہیلِ فریدی نے تحریر کی ہے
اسی سلسلہ کے بزرگوں کی سیرت
ہدایت کا گویا کہ چشمہ رواں ہے
طریقت کا منہج ہے عینِ شریعت
زباں جن کی ہے شارحِ متنِ غامض
قلم جن کا ہے ترجمانِ حقیقت
یہ پیرِ طریقت ہیں اہلِ صفا کے
شکر گنج بابا سے ہے ان کو نسبت
بیانِ تصوف "لغاتِ شرف" ہے

2011ء

یہ روحِ تصوف ہے بے قیل و حجت
جہاں تک نظر میری اس پر گئی ہے
یہ لاریب ہے شرحِ متنِ ہویّت
یہ "سوغاتِ مرشد" ہے اہلِ صفا کو

2011ء

"طباقِ فضیلت" ہے یہ خوانِ نعمت

1990ء

## قطعۂ تاریخ کتاب:

صدائے مخدوم صابر بخش

1990ء

صوفی منش سہیل فریدی کی یہ کتاب
ہے بے حساب نفع رسانِ جوان و پیر
میں نے جو فکر کی سنِ تالیف کے لیے
ہاتف نے یہ کہا کہ ہے "تحریرِ بے نظیر"

1990ء

والسلام—احقر—محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی

16-09-1992

احقر نے تصوف کے موضوع پر نوشتہ کتاب "جہانِ تصوف"

کی تاریخ کے لیے بھی عرض کیا۔ آپ نے کرم بالائے کرم فرمایا، بہ نفسِ نفیس ریلوے اسپتال میں تشریف لائے اور منظوم تاریخ عنایت کی اور فرمایا لیجیے حکم کی تعمیل ہوگئی، اس میں چند اشعار بہت اچھے ہوگئے، یہ آپ کی کرامت ہے، میں نے عرض کیا، کہاں یہ بندۂ حقیر اور کہاں کرامت، یہ جناب والا کا بڑکپن اور اعلیٰ ظرفی ہے کہ نوازتے ہیں۔ منظوم تاریخ ملاحظہ ہو۔

بڑا دل نشیں ہے بیانِ تصوف
تصوف کی جاں ہے جہانِ تصوف
قصص مستند ہیں، بیاں معتبر ہے
عبارت ہے شایانِ شانِ تصوف
یہ لاریب اہلِ نظر کے لیے ہے
پسِ غیب سے ارمغانِ تصوف
معلّم ہے یہ درسِ وحدانیت کا
یہی تو ہے روحِ روانِ تصوف
جو سچ پوچھیے تو غذا روح کی ہے
یہ کہتے ہیں صاحب دلانِ تصوف
نگاہِ حقیقت نگر سے جو دیکھو
ادینِ زمیں خود ہے خوانِ تصوف
اسے پڑھ کے سیدھا کریں اپنا قبلہ
ہوس چھوڑیں بازی گرانِ تصوف
سہیلِ فریدی کی تابانیوں سے
زمیں بن گئی آسمانِ تصوف
طریت کا مجموعۂ جاں فزا ہے
یہ کہتے ہیں اسرار دانِ تصوف
سنِ طبع نکلا سنِ عیسوی میں
زہے سنبلِ ارمغانِ تصوف

2010ء

بہ تائید "ب" سال ہجری میں نکلا

2

فریدی یہ ہے بوستانِ تصوف

1429ھ

1429+2=1431

حکیم صاحب سے احقر کی آخری ملاقات جسے "روبرو" کہتے ہیں، کورونا عہد کی پہلی لہر کے شروع میں T181 ماڈل بستی نزد فلمستان سنیما باڑہ، ہندو راؤ دہلی 5 فلیٹ میں ہوئی۔ اس وقت آپ مرضِ چشم میں مبتلا تھے۔ آنکھوں میں موتیا بند اتر آیا تھا، اس کا آنکھوں پر 70 فیصد اثر تھا 30 فیصد بینائی سے کام چل رہا تھا، اس حال میں بھی کتب بینی میں مشغول رہتے، مجھ سے فرمایا کہ باوجود بینائی کی کمزوری کے میں نے مطالعہ نہیں چھوڑا۔ اس وقت آپ اکیلے تھے۔ اہلیہ چند سال قبل داغِ مفارقت دے کر باغ فردوس میں جا بسی تھیں۔ صاحب زادہ ڈاکٹر جمال سلمہٗ نے سرکاری نوکری کے سبب اپنے وطن مبارک پور کے گھر کو آباد کیا۔ منظر سعید (پپو) سلمہٗ نے ملازمت کی وجہ سے اوکھلا میں رہائش اختیار کی۔ حکیم صاحب کو تنہا دیکھ کر دل بھر آیا، ایک لمبی سانس لی اور کہا: حکیم صاحب! صاحب کی الف پر کئی مد لگائے اور لمبا کھینچا۔ حکیم صاحب ذہین، فطین اور مزاج شناس تھے، فوراً کہا، چھوڑیے "فریدی صاحب" سنائیے کیا حال چال ہے۔ بہت دنوں میں آنا ہوا حکیم صاحب کو احقر نے آمد کی اطلاع دے دی تھی، مجھے وقت مقررہ سے کچھ دیر (دس منٹ) ہوگئی تھی۔ دہلی بڑا شہر ہے، اکثر عراستہ جام (رکا) رہتا ہے، اس درمیان میں آپ نے میرے انتظار میں تین چکر لگائے، جب میں در دولت پر پہنچا، فرمایا میں نے ابھی گھر میں قدم رکھا ہے، آپ کو نیچے دیکھ کر آرہا ہوں، عادت کے مطابق خاطر میں مصروف ہوگئے، چائے، انڈا اور نمکین لے کر آئے، انڈا خود ابالا اور چائے خود بنائی، اس درمیان کسی مخلص کا فون آیا، آپ نے معذرت کی اور کہا، آپ بعد میں فون کیجیے گا، اس وقت میرے گھر پر ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں، وہ حضرت بابا گنج شکر کی اولاد میں ہیں، اس کے بعد چائے نوشی کے درمیان پر تکلف گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ بیروت کے محدث کبیر نے آپ کی تعریف میں جو اپنے قلم سے لکھا تھا، وہ تحریر دکھائی۔ قرآن کریم کے تراجم کا ذکر آیا۔ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی کے ترجمے پر خیالات کا اظہار کیا اور فرمایا کہ دہلی کی ٹکسالی با محاورہ زبان میں ایک بہترین ترجمہ ہے، دونوں بھائیوں حضرت شاہ رفیع الدین محدث و شاہ عبد القادر محدث کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے میں اولیت حاصل ہے۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ اور خدمت ہے، احقر نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا: آپ کے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہندوستانی علما میں قرآن مجید کا

فارسی زبان میں ترجمہ کرنے میں اولیت حاصل ہے، بعد کے مترجمین نے ان ترجموں (باپ بیٹے کے ترجموں) استفادہ کیا ہے۔ والد حضرت کے کتب خانے میں ان ترجموں کے نسخے تھے، احقر نے ان ترجموں سے استفادہ کیا ہے۔ گفتگو کا رخ موڑنے کے لیے احقر نے اپنی نئی کتاب "ولیِ کامل" جو والد حضرت اور خاندان کے چند افراد کے حالات میں ہے کے لیے قطعہ تاریخ کے لیے عرض کیا، فرمایا: ان شاء اللہ آنکھوں کے آپریشن کے بعد۔ اس کے بعد ملاقات کا موقع نہیں ملا، آپ آنکھ بنوانے میں مشغول رہے، لگاتار وطن شریف مبارک پور کا سفر درپیش رہا، پروفیسر سید طلحہ رضوی برق مدظلہ العالی نے یہ خدمت انجام دی اور ایک عمدہ تاریخی نظم عنایت فرمائی۔ احقر حکیم صاحب کی صابر و شاکر درویشانہ زندگی سے متاثر اور خوش ہوا کہ حکیم صاحب ادیب شاعر عالم نقاد کے ساتھ صوفی بھی ہیں۔ فرق اتنا ہے، اس کے تصوف پر علم و نقادیت غالب ہے، اگر وہ کسی شیخ طریقت کی صحبت میں رہ کر اذکار کرتے، ان کا رنگِ تصوف ابھر کر سامنے آتا۔ اس کے بعد موذی مرض کورونا کا زور ہوا، پہلا دور کے بعد دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ دور بہت خطرناک تھا، لاکھوں کی تعداد میں اموات ہوئیں، بہت سے اپنے پرائے جدا ہوگئے، زندگی مفلوج ہوگئی، دنیا کی چلتی پھرتی رفتار ہلکی ہوگئی، یوں سمجھیے کہ رک گئی۔ ہر شخص پریشان، معاشی حالات خراب، صحت خراب، سماج کا ماحول خراب، قحط الرجال اس قدر انسان اپنے سایہ سے خائف، ملاقات کا سلسلہ بند، فون پر گفتگو برائے خانہ پری، ہر شخص گھر سے ایک دوسرے کے لیے دعائیں کر رہا ہے، گویا اس حدیث پر عمل کر رہا ہے کہ غائب کی دعا غائب کے لیے جلد قبول ہوتی ہے۔ دعا الغائب للغائب اسرع اجابۃ۔

لوگوں نے اس جان لیوا بیماری کا نام سنا نہیں تھا، آج سے ہزاروں سال قبل دورِ موسوی میں گائے کے بچھڑے کی پوجا کا موجد "موسیٰ سامری" کو اسی قسم کی مہلک چھوا چھات کی بیماری ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں سامری سے کہا تھا کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو خود کہے، مجھے مت چھوؤ۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

(سورہ طٰہٰ، آیت: 97)

ترجمہ: (حضرت موسیٰ نے کہا) تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جا۔

اس کا برا حال ہوا، اسے بخار ہوا اور سانس پھولنے لگا، اسے کسی پل چین نہیں آتا، اس نے جنگل کی راہ لی اور تنہائی اختیار کی اور آئیسولیٹ ہوگیا، وہ جنگل میں شور مچاتا پھرتا، مجھے چھوؤ مت اور نہ میرے پاس آؤ، اگر تم میرے پاس آؤ گے اور مجھے چھوؤ گے تمھارا بھی وہی حال ہوگا جو میرا ہے۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے جو اس کے ہم نوا تھے، انھوں نے اس کو چھوا، ان کا بھی وہی حال ہوا جو سامری کا تھا۔ موجودہ دور کے کورونا کی بھی یہی علامات تھیں۔ وہ بد بخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا سے اس بیماری میں مبتلا ہوا تھا۔ ہزاروں سال بعد 1919ء میں نہ جانے کس کے جلال سے انسان اس مہلک بیماری میں مبتلا ہوا۔ سائنس داں کہتے ہیں کہ وائرس مرتا نہیں ہے، خاموش ہو جاتا ہے۔ جب اس کو سازگار ماحول ملتا ہے، حرکت میں آجاتا ہے، یعنی متحرک ہو جاتا ہے۔ ان دنوں تیسری لہر آئی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

یادوں کا سلسلہ طویل ہو رہا ہے، ایک کے بعد ایک یاد آرہی ہے اور قلم رکنے کا نام نہیں لے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ دو چار باتیں اور لکھ دو تاکہ دل میں خلش نہ رہے۔ جب ان کی یاد آتی ہے ہم وطن حضرت فانی بدایونی کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

اٹھ گئے دنیا سے فانی اہلِ ذوق
ایک ہم مرنے کو زندہ رہ گئے

نہ جانے کس وقت موت کا فرشتہ آجائے اور کہے آپ کے کرم فرما احباب یاد کرتے ہیں، وہ وہاں خوش ہیں اور باغ فردوس کا لطف اٹھا رہے ہیں، آپ بھی لطف اندوز ہوئیے۔ یہ چند باتیں اور یادیں ہیں جو تحریر کر دیں۔ اس میں کذب بیانی نہیں ہے، بقول غالب کہ۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ خدا گواہ
سچ کہتا ہوں کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

چلتے چلتے یہ بھی تحریر کر دوں کہ حکیم صاحب کی طبی خدمات کے سلسلے میں حکومت دہلی نے 2001ء میں حفظانِ صحت کے صوبائی انعام سے نوازا۔ دوسرا بڑا اعزاز آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے "حافظ ملت ایوارڈ" کی شکل میں دیا۔ احقر کی ناقص رائے ہے کہ اشرفیہ کے اس فرزند جلیل اور ولد العزیز کی حیات اور خدمات پر الجامعۃ الاشرفیہ میں ایک گوشۂ تحقیق قائم کیا جائے، جس میں آپ پر تحقیقی کام ہو۔

*****

# ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار اور اس کا تدارک

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

ستمبر 2022ء کا عنوان — افکارِ رضا کی عصری معنویت

اکتوبر 2022 کا عنوان — نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

## مایوسی زندہ قوموں کا شیوہ نہیں

از: شمیم رضا اویسی

مسلمان ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہیں اور سب سے زیادہ پس ماندہ بھی، مسلمانوں کی کل آبادی تقریبًا 14 فیصد ہے جو تعلیم، روزگار، صحت اور سیاسی نمائندگی کے اعتبار سے دوسری قوم کی بنسبت کافی پیچھے ہے، ملک ہندوستان کو آزاد ہوئے تقریبًا 73 سال کا عرصہ گزر گیا لیکن اس کے باوجود بھی مسلمانوں کو آزادی کی فضا میں کھل کر سانس لینا مشکل ہے، موجودہ وقت میں ہر جگہ مسلمان جس ظلم و زیادتی، خوف و دہشت، قتل و فساد اور جبر و تشدد کا شکار ہیں وہ ناگفتہ بہ اور ناقابلِ تحریر ہے، کہیں پر داڑھی رکھنے کی پابندی، کہیں پر اذان دینے کی پابندی، کہیں پر تعمیرِ مسجد و مدرسہ پر پابندی، کہیں پر اسلامی شعائر اپنانے پر پابندی گویا مسلمانوں سے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی جو انہیں ملک کے جمہوری آئین نے فراہم کی تھی مکمل طور پر ختم کرنے کی کوشش جاری ہے۔

ویسے تو آزادیِ ہند کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی داستان کافی طویل ہے، لیکن یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ ہندوستان کی جمہوری تاریخ میں اس سے خراب حالات شاید انگریزوں کے دور میں بھی پیدا نہیں ہوئے تھے جو حالات بی جے پی حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد پیدا ہوئے، ہندوستان کے آئین میں دفعہ 25 سے 28 تک تمام شہریوں کو مذہبی آزادی تفویض کی گئی ہے دفعہ 25 تمام شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل چھوٹ دیتی ہے، دستور کے اندر ہندوستان کو ایک سیکولر ملک قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مذہب و ملت کی بنیاد پر کسی کے ساتھ بھی امتیازی برتاؤ نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن 2014 سے تاحال مسلم اقلیت کے خلاف استحصال کے معاملات کافی بڑھ گئے ہیں حتیٰ کہ ان کے جان و مال، عزت و آبرو، تہذیب و ثقافت اور مذہب و شریعت سب خطرے میں نظر آرہے ہیں، ہندوتوا طاقتیں اس قدر بے قابو ہو چکی ہیں گویا حکومت کی طرف سے انہیں قتل و غارت گری اور فسادات کا لائسنس مل گیا ہے، ان کا ایجنڈا بھارت کو بنیادی طور پر ایک ہندو راشٹر میں تبدیل کرنے کا ہے جو رفتہ رفتہ ایک مکمل پالیسی کی شکل اختیار کر گیا ہے، کبھی ملک میں گائے تحفظ کے نام پر بے قصور مسلمانوں کو ہجومی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، کبھی فسادات کے ذریعہ مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں کو نذرِ آتش کیا جاتا ہے، عورتوں اور بچیوں کی عصمت دری کی جاتی ہے، کبھی اسلامی شریعت میں مداخلت کرتے ہوئے بیک وقت تین طلاق دینے کو جمہوری آئین کے ساتھ کھلواڑ کرتے

ہوئے تعزیرات ہند کے تحت جرم قرار دیا جاتا ہے۔
کبھی 5 اگست 2019 کو بی جے پی اچانک بھارتی آئین کی شق 370 کی منسوخی کا اعلان کرتی ہے جو بھارت کی واحد مسلم اکثریتی ریاست جموں وکشمیر کو نیم خود مختار حیثیت دیتی ہے، اس کے بعد کشمیر میں لاک ڈاؤن کا نفاذ کر دیا جاتا ہے، کبھی 31 اگست کو حکومت آسام میں نیشنل رجسٹر آف سٹیزنز (این آر سی) کا نفاذ کرتی ہے جس کے تحت ریاست کے تمام شہریوں کے لیے اپنی شہریت کا ٹھوس ثبوت فراہم کرنا لازم ہو جاتا ہے، اس کے بعد سے حکومتی اراکین، بشمول وزیر داخلہ امت شاہ ملک بھر میں این آر سی کے نفاذ کی تجویز پیش کرتے ہیں کبھی 9 نومبر کو بھارتی سپریم کورٹ ایودھیا میں طویل عرصے سے جاری بابری مسجد کے جائے وقوع کے حوالے سے جاری تنازعے میں بھارتی قوم پرستوں کے حق میں فیصلہ دیتی ہے، جس مسجد کو 1992 میں بھارتی ہندو قوم پرستوں کے بلوائیوں نے ڈھا دیا تھا، ان کا دعویٰ تھا کہ یہ مسجد رام کی جائے پیدائش پر قائم کی گئی تھی، دسمبر 2019 میں بھارتی پارلیمنٹ شہریت ترمیمی ایکٹ (سی اے اے) جاری کرتی ہے جو مسلمانوں کے خلاف صریحاً تعصب پر مبنی اور ملک کے تکثیری تشخص کو یکسر ختم کرتا ہے۔ غرض مودی حکومت نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا ایک عالمی ریکارڈ قائم کر لیا ہے اور بھارتی مسلمانوں کو اپنے ہی ملک میں مہاجرین جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے۔

لہٰذا ایسے سنگین حالات میں جہاں یکے بعد دیگرے سانحوں کے تسلسل نے مسلمانوں کے ہوش اڑا دیے ہیں، ہر طرف ناامیدی اور مایوسی کا گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے، ایسے میں ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کیا ان حالات کی ستم ظریفی کا رونا ہمارے مسائل کو حل کر سکتا ہے؟ کیا ایسے وقت میں کف افسوس ملنا اور ہر طرف صف ماتم بچھانا ہمارے مسائل کا مداوا بن سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ حال سے عاجز آکر مستقبل سے مایوس ہونا زندہ قوموں کا شیوہ نہیں بلکہ زندہ قومیں ایسے حالات کا پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں، اس لیے کہ موجودہ حالات مسلمانوں کی تاریخ میں کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے قبل یہ امت اس سے زیادہ کٹھن حالات سے گزر چکی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تاریک حالات میں روشنی کی کرن ظاہر فرمائی اور کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے، دشمن چاہتا ہے کہ ہم اپنا عزم و حوصلہ کھو دیں شاید انہیں معلوم نہیں کہ ہم ایسے نبی کے ماننے والے ہیں جنہوں نے مشکل ترین حالات میں بھی امت کو قیصر و کسریٰ کی فتح یابی کی بشارت سنائی، ہم اس دین کے پیروکار ہیں جو مایوسی سخت ناپسند فرماتا ہے، اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے: اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو!

لہٰذا آج ضرورت ہے اس بات کی ہم اپنی بے بسی اور تعداد کی قلت پر آنسو بہانے کے بجائے اپنے اندر ایمان کی قوت پیدا کریں اور ساتھ ہی ساتھ امید، خود اعتمادی، جہد و عمل اور اپنے زور بازو پر بھروسا اور حالات کو بدلنے کا عزم پیدا کریں اور یہ یاد رکھیں کہ محض دنیاوی وسائل، آلات جنگ، اور سپاہیوں کی کثرت ہی جنگ جیتنے کے لیئے کافی نہیں ہوتی، بلکہ اگر ثابت قدمی، شوق شہادت، توکل علی اللہ، اور ایمان میں پختگی ہو تو بڑا سے بڑا معرکہ بھی بآسانی جیتا جا سکتا ہے، اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: نہ جانیں کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں۔"

لہٰذا اگر آج اسلام دشمن طاقتیں اپنی کثرت کا شور مچا کر اپنی تعداد کی زیادتی پر فخر و ناز کریں تو یہ ان کی خام خیالی ہے، اگر اللہ ربّ العزت چاہے تو ان کی کثرتِ تعداد کے باوجود چھوٹی جماعت کے ذریعہ ان کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دے اور ان کو ہر طرح سے لاچار و بے بس کر دے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے طریقہ کار پر چلنا ہوگا اور اپنے اندر ایمان کامل پیدا کرنا ہوگا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور جس دن ہم نے اس چیز پر عمل کر لیا تو ہمارے لیے رب کا وعدہ ہے: نہ تم کمزور پڑو! نہ ہی غمگین رہو! تمہارے لیے ہی سر بلندی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

لیکن افسوس کہ آج ہم بجائے کسی عملی اقدام کے صرف حالات کا شکوہ کرتے ہیں جو کہ یقیناً ایک طرح کی کج فہمی ہے، آج ہمارے اندر سے ایمان کی مضبوطی اور جانثاری کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، آج ہر کوئی چاہتا ہے کہ کاش پھر کوئی سلطان صلاح الدین ایوبی پیدا ہو لیکن اپنے گھر میں نہیں بلکہ دوسرے کے گھر میں اس لیے کہ آج ہم میں اتنی ہمت ہی نہیں کہ ہم اپنی یا اپنے گھر کے افراد میں سے کسی کی قربانی پیش کر سکیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان سے سبق حاصل کریں اگر دلوں میں کامل ایمان ہو، دین پر مرمٹنے کا جذبہ ہو، اور اللہ ربّ العزت پر توکل ہو تو باطل کی بڑی سے بڑی طاقت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، عددی اور مادی وسائل کی کمی کے باوجود اہل ایمان ہر معرکہ ہر محاذ پر کامیاب و کامران رہیں گے۔ ***

# ہندوستانی مسلمان، مسائل اور ممکنات

از: اسد مرزا

ملک کے موجودہ حالات میں دیکھنے میں آرہا ہے کہ ہندوستانی مسلمان داخلی و خارجی طاقتوں کے زبردست دباؤ میں آتے جا رہے ہیں۔ ملک کی داخلی طاقتوں کا دباؤ انہیں نفسیاتی طور پر کمزور کر رہا ہے اور مسلمانوں کو اپنی توانائیاں، اپنی برادری اور وطن کی ترقی پر خرچ کرنے کا موقع دینے کے بجائے مسلسل چیلنجز کا سامنا کرنے کی وجہ سے ان کی توانائی اور وسائل غیر ضروری امور پر صرف ہو رہے ہیں۔ تاہم بہتر ہوگا کہ مسلم برداری حالات کو موجودہ تناظر میں دیکھنے کے ساتھ ہی ان حقائق کا تجزیہ بھی کرے جو قوم کی موجودہ حالت اور اس کو درپیش المیہ کے لیے ذمہ دار ہیں۔ مسائل سے نمٹنے کے لئے حکمت عملی ہمہ رخی ہونی چاہیے جو واضح طور پر وسائل اور نتائج سے بخوبی ہم آہنگی رکھتی ہوں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل سماجی، سیاسی، معاشی اور مذہبی تمام نوعیت کے ہیں۔ چنانچہ ان سے نمٹنے کے لئے وضع حکمت عملی بھی ہمہ رخی ہونی چاہیے۔ گزشتہ چند برسوں کے دوران جو سیاسی تبدیلیاں ملک میں رونما ہوئی ہیں، خاص طور سے مئی 2019ء میں ہونے والے عام انتخابات کے بعد سیاسی حالات نے جو تبدیلی آئی ہے اس کا اثر بالخصوص مسلم قوم کے اوپر بہت زیادہ ہوا ہے۔ ان حالات نے مسلم قوم کے دانشوروں، ہمدردوں، قائدین اور بہی خواہوں کو بہت زیادہ مایوس کیا ہے۔ حالیہ سیاسی حالات پر مسلم قائدین کی جانب سے ردِ عمل بھی آیا ہے لیکن اس میں ٹھوس اقدامات شامل نہیں۔ یہ مایوسانہ رویہ اور کمتری کا احساس مسلم قوم کے لیے بہتر نہیں ہے۔ اس کے بجائے اس وقت سنجیدگی کے ساتھ اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا جائے اور ان کے کسی ممکنہ اور مثبت حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے، جو کہ مسلم قوم اور ملک دونوں کے حق میں بہتر ثابت ہو سکیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت درپیش مسائل کا ممکنہ حل اپنا محاسبہ اور مسائل کا تجزیہ کرنے کے بعد ہی نکل سکتا ہے۔ ان مسائل نے مسلم قوم کو دوسروں پر انحصار کرنے والی ایک پسماندہ قوم میں تبدیل ہونے پر مجبور کر دیا ہے، جو کہ اس کے مستقبل کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہو رہے ہیں۔ ان مسائل پر گہرائی اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلا قدم مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر ترتیب دیا جانا چاہیے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو اپنی ایک متحدہ امیج بحیثیت مسلم قوم پیش کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اپنے اندرونی اختلافات کو ظاہر کرنے کی۔

## مسلمانوں کو درپیش مسائل:

مسلم قوم کے مذہبی قائدین، اکابرین اور رہبران ملت کی جانب سے ایک تحریک شروع کی جائے جس کے ذریعہ مسلم قوم میں اتحاد پیدا کیا جا سکے۔ دوسری قوموں کی نظروں میں مسلمان ایک متحدہ قوم ہے اس لیے اگر ہم دوسروں کو متحد نظر آتے ہیں تو ہمیں متحدہ شبیہ اور متحدہ طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ

مزید یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی مسئلہ پر صرف ردعمل ظاہر کرنے کے بجاے اس پر فعال رویہ اختیار کریں اور یہ تجزیہ کریں کہ اس مسئلہ سے انھیں کیا نقصان پہنچ رہا ہے یا کیا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی سطح پر جو لوگ مسلمانوں کی نمائندگی سنجیدگی کے ساتھ نہیں کرتے نظر آتے ہیں، انہیں آگے نہیں لانا چاہیے کیوں کہ وہ مسائل کو غلط طور سے پیش کرتے ہیں اور صرف اپنے ذاتی مقاصد کے لیے قوم کے رہنما بن کر سامنے آتے ہیں۔ صرف سنجیدہ اور پابند عہد افراد کو ہی مسلم قوم کے متعلق فیصلہ سازی میں حصہ لینے کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ 14 کروڑ مسلمانوں کی موزوں، مناسب اور موثر نمائندگی کر سکیں۔

تیسرے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ملک کی دوسری اقلیتوں سے تعلقات قائم کریں۔ انہیں ان اقلیتوں سے سیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح تعلیمی، سماجی اور معاشی شعبوں میں بہتر مظاہرہ کر پا رہے ہیں اور ان کاوشوں سے مسلم قوم کی فلاح و بہبود کے لیے سبق لینا چاہیے۔ دیگر یہ کہ دوسری قومیں اپنے وسائل کا استعمال کس طرح کرتے ہیں اور کس طرح اپنے قائدین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

چوتھے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سنجیدگی سے اپنی قوم کے طور طریقوں میں اصلاحات لانے کی کوشش کریں۔ جو کہ مسلمانوں کی منجملہ

ترقی کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں شادیوں اور دیگر مذہبی تقاریب پر بے جا اخراجات کو کم کرنا بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی برادری کی ایک بہتر امیج پیش کرنے کے لئے مثبت اور عملی اقدامات لینے کی کوشش کریں، مسلم سماج میں صفائی اور تعلیم کی ضرورت کو فروغ دیں۔ یہ دو احکام ایسے ہیں جن پر مقدس قرآن مجید میں بھی بار بار عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

آخر میں مسلمانوں کے نفسیاتی طور پر کسی بھی مسئلہ سے نمٹنے کے طریقہ کار میں تبدیلی لانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہمیں تمام مسلم طبقات کی نمائندگی کرنے والے بزرگوں کی ایک کل ہند کمیٹی قائم کرنے کی ضرورت ہے، جس کے ذریعہ عملی پیغامات قوم کے ہر شخص تک پہنچایا جاسکے، جس میں دینی مدارس، سیاسی و سماجی کارکن اور نوجوانوں کا ایک اہم کردار ہو سکتا ہے۔ سیاسی محاذ پر مسلمانوں کو ہمہ رخی حکمت عملی اختیار کرنا چاہیے۔ ملک کی سیکولر اور جمہوری طاقتوں کو مضبوط بنانا چاہیے اور ہندوستان کی سیکولر اور صحیح سوچ رکھنے والی 63 فیصد آبادی کے ساتھ مل جل کر کام کرنا چاہیے۔

## نجات کی کلید:

ملک کے سیاسی عمل میں ایک سرگرم نمائندے کی حیثیت سے ہمارے سیاسی رہنماؤں کو اپنے ساتھ نوجوانوں کو شامل کرنے کی ضرورت ہے جس سے کہ انھیں سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کی تربیت دی جاسکے اور ساتھ ہی ان کو سیکولر طاقتوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر اپنی قوم کی بہتری کے لیے کیا کردار ادا کرسکتے ہیں یہ واضح رہنا چاہیے۔ ہمیں، ہمارے عوامی نمائندوں کے ساتھ مسلسل رابطہ میں رہنا چاہیے۔ ہمیں عوامی نمائندوں کے ساتھ تعلقات قائم کرکے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ یہ تعلقات ہموار ہوں اور ہمارے عوامی نمائندے ہمیں صرف شکایتی ہی نہ سمجھیں بلکہ وہ مسلم قوم کے ان نوجوانوں کو اپنی سیاسی ٹیم کا ایک بااثر حصہ تصور کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں پابند عہد قائدین میں ہم آہنگی پیدا کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی حقیقی خواہشات کی عکاسی کرنے کے علاوہ ان کو سیاسی اور معاشی طور پر بااختیار بنانے میں مدد کرسکیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی کے لئے جس کلیدی عنصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے وہ ہے مسلمانوں میں تعلیم کا فقدان۔ ایک تجزیہ کے مطابق گزشتہ 25 برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعلیمی اہلیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور ماضی کے مقابلہ میں مسلم برادری میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ تاہم ہمیں ہمارے بچوں کی تعلیم کے لئے مزید جدوجہد اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ سماجی اور معاشی طور پر کمزور برادری کے بچے بھی تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اپنے اسکولوں اور کالجوں کو دیہی اور ضلع سطح پر مضبوط بنانے کی ضرورت ہے تاکہ قوم کے تمام طبقات کو معیاری تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے اور بچوں میں اسکول ترک کرنے کے رجحان کو بھی ختم کیا جاسکے۔ اس کے لئے مربوط کوششوں اور کونسلنگ کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت سے توقع رکھنے کے بجائے ہمیں اپنے طور پر کوششیں کرنی چاہیے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبہ میں مسلمانوں کے اسکول اور کالجس موجود ہیں لیکن ان میں سے اکثریت جدید آلات اور معیارات سے عاری ہیں یا پھر تدریسی عملہ خاطر خواہ پیشہ وارانہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اداروں کو فعال بنانے کے لئے ایک جامع منصوبہ وضع کیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک کل ہند سطح کی کمیٹی قائم کی جانی چاہیے، جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ مسلمانوں کو کس طرح کم خرچ میں معیاری تعلیم موجودہ انفراسٹرکچر کے ذریعہ فراہم کی جاسکتی ہے۔

گزشتہ 25 برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعلیمی اور سماجی تنظیمیں ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی ہیں لیکن درحقیقت ان کی سرگرمیاں اپنی ذاتی ترقی اور مفاد تک ہی محدود رہتی ہیں۔ ان میں برادری کے لئے ذمہ داری اور پیشہ وارانہ سنجیدگی کا فقدان پایا جاتا ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسی تمام تنظیموں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر لایا جاسکے اور ان کے انسانی و مالیاتی وسائل کو برادری کی ترقی و ترویج کے لئے بہتر طور پر استعمال کرتے ہوئے منصوبہ بندی کی جاسکے۔

مسلم قوم کی موجودہ طلب اور خواہشات کی مناسبت سے حکمت عملی تیار کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ مسلم قوم کی سماجی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔ تعلیم کے علاوہ کل ہند سطح پر ایک ایسی کمیٹی بھی قائم کرنا چاہیے جو خیراتی کاموں میں مسلمانوں کی نمائندگی کرسکے چاہے وہ آفات سماوی ہوں یا حکومت کی مختلف سماجی پروگرام یا غریبوں کو کھانا کھلانا ہو یا بیماریوں کی نگہداشت۔ ہمیں ایک ایسی قوم کے طور پر ابھرنا ہوگا جسے قومی بہبود کے محاذ پر صف اول میں دیکھا جاسکے، جہاں ہم برادران وطن کی کاندھے سے کاندھا ملا کر مدد کرسکیں اور ہمیں ملک کی ترقی و خوشحالی میں برابر کا شریک تصور کیا جاسکے ***

# سہ ماہی "المنتھٰی" کا
# "تحفظ ختم نبوت اور بابو پیر بخش لاہوری نمبر"

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ہمارے پیارے نبی کریم رؤف الرحیم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاتمیت، جامعیت اور اکملیت اظہر من الشمس ہے، اس پر قرآنی آیات اور نبوی احادیث شاھد و ناطق ہیں۔ لیکن حق و باطل کی جنگ روز ازل سے جاری و ساری ہے اور روز ابد تک رہے گی۔ جھوٹے مدعیان نبوت اپنے مکر و فریب کے ساتھ جب بھی اور کہیں بھی نمودار ہوئے تو محافظین ختم نبوت ان کے سامنے نہایت جرأت و استقامت کے ساتھ سامنے آئے اور ان کذابوں کے لئے سد سکندری ثابت ہوئے۔ محافظین ختم نبوت نے ہر دور کے کذابوں کا ہر محاذ پر نہایت ڈٹ کر ان کے ہر قسم کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملایا اور امت مسلمہ کے ایمان کو محفوظ و مامون بنایا۔

1839ء میں ہندوستان میں مشرقی پنجاب کے خطۂ گورداس پور کے قصبہ قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا جس نے آگے چل کر گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے اور بالآخر وہ اپنے آپ کو "نبی" سمجھ بیٹھا اور یوں وہ "مسیلمۂ پنجاب" اور "فتنۂ قادیانیت" کا بانی ثابت ہوا۔

بر صغیر میں جن محافظین ختم نبوت نے فتنۂ قادیانیت کا تعاقب کیا ان میں حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (پ: 1852ء-م:1927ء) کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ ان کا پورا نام محمد پیر بخش لاہوری، والد گرامی کا نام میاں امام بخش اور دادا کا نام خدا یار رحمۃ اللہ علیہم ہے۔

آپ نے اگرچہ عصری تعلیم مڈل تک حاصل کی لیکن آپ نے قرآن و حدیث اور فقہی علوم میں بھی مہارت تامہ حاصل کی تھی اس پر آپ کی تصنیفات و تالیفات شاھد و ناطق ہیں۔

آپ آرائیں برادری کے ذیلدار خاندان کے ایک فرد فرید تھے۔ اس خاندان کا روحانی تعلق سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے ہے۔ اور اس خانوادے کی دینی خدمات بھی اظہر من الشمس ہیں۔

آپ محکمۂ ڈاک میں ہیڈ کلرک کے عہدے پر فائز رہے۔ اس وقت سکول کے پڑھے لکھے سرکاری ملازم کو "بابو" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یوں "بابو" آپ کے نام کا جزو لاینفک بن کر رہ گیا۔ آپ بھاٹی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے اور لاہور شہر کی نسبت ہی سے آپ کو لاہوری کہا جاتا تھا۔ لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں آپ محو خواب ہیں۔

اگرچہ آپ کے اسم گرامی "پیر بخش" سے آپ اور آپ کے خانوادے کا عقیدہ و مسلک ظاہر و باہر ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ آپ بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو "چودھویں صدی کا مجدد" تسلیم کرتے تھے۔

1912ء میں آپ اپنی عمر عزیز کے ساٹھ سال مکمل ہونے کے بعد اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوئے اور پھر اپنے دم آخریں تک فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں مصروف رہے۔

بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت سے فراغت کے بعد اپنے ایک دوست بابو چراغ دین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر "انجمن حمایت اسلام" کی بنیاد رکھی اور اس کے سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ پھر آپ نے "انجمن تائید الاسلام" کا قیام عمل میں لایا اور اس کے زیر اہتمام ماہنامہ "تائید الاسلام" لاہور کا اجراء عمل میں لایا۔ اور نہایت کامیابی سے اسے چلایا، 1927ء میں آپ کی وفات کے بعد 1932ء تک میاں قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ (پ:1862ء-م:1952ء) ماہنامہ "تائید الاسلام" لاہور کے مدیر رہے۔

بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ملازمت سے فراغت کے بعد فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں ایسے منہمک ہوئے کہ آپ کے شب و روز اس فتنۂ عظیمہ کی سرکوبی میں بسر ہوئے۔

آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر آگے بڑھ بڑھ کر وار کرتے تھے اور اس فتنہ کے سرغنہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے ہر مکر و فریب کو طشت از بام فرماتے ہوئے اسے شکست سے دوچار کرتے رہے۔

آپ نہ صرف اپنی کتب ورسائل اور مضامین ومقالات بلکہ اہل سنت کے مشاہیر اہل علم وفضل کی تصنیفات و تالیفات کے ذریعے بھی اس فتنۂ عظیمہ سے اہل ایمان کو آگاہ فرماتے رہے۔

مرزا آنجہانی اور اس کی ذریت کی جانب سے جاری ہونے والے ہر اشتہار، پمفلٹ، ٹریکٹ اور ہینڈ بل کا آپ عقلی ونقلی دلائل سے ردفرماکر فتنۂ قادیانیت کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیتے تھے۔

جہاد بالقلم کے محاذ پر میاں قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مالی معاونت سے آپ کی کتب ورسائل کی طباعت ہوتی تھی۔

ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی مرد مجاہد یا مجاہدہ آگے بڑھے اور ان کی حیات وخدمات کے حوالے سے ایک مقالہ لکھ کر سامنے لے آئے۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ ختم نبوت کی اس نابغۂ روزگار شخصیت کی حیات وخدمات پر کام کرنے کے لئے اس بار قرعۂ فال ایک نیک سیرت خاتون محققہ عزیزہ سدرہ عبدالخالق صاحبہ کے نام نکلا۔

انھوں نے اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی وعلوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کی نگرانی وسرپرستی میں ایم اے کی سند کے حصول کے لیے محنت شاقہ سے مقالہ "دفاع ختم نبوت میں بابو پیر بخش کی خدمات" لکھا اور پھر وہ ساحل مراد تک پہنچیں، الحمدللہ۔

عصر حاضر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں ایک ممتاز و نمایاں نام مولانا خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کا ہے۔ آپ ایک عرصے سے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ایک نہایت علمی وتحقیقی مجلہ سہ ماہی "المنتہیٰ" لاہور نہایت کامیابی سے نکال رہے ہیں۔ یہ مجلہ اپنے موضوع پر اسم بامسمیٰ ثابت ہوا ہے اس پر اس کا ہر شمارہ ہی شاہد وناطق ہے۔ آپ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد کے حوالے سے نئے نئے زاویوں سے سوچتے ہیں اور پھر انہیں عملی جامہ بھی پہناتے ہیں۔ آپ نے حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے حوالے سے جب محققہ سدرہ عبدالخالق صاحبہ کے تحقیقی مقالے کی تکمیل کا مژدہ جانفزا سنا تو آپ کی خوشی دیدنی تھی، آپ نے فوراً فیصلہ کیا کہ اس تحقیقی مقالہ کو سہ ماہی "المنتہیٰ" لاہور کی خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کرنے کی سعادت ضرور حاصل کی جائے۔ چنانچہ آپ نے اس تحقیقی مقالہ کو معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ "تحفظ ختم نبوت اور بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان سے سہ ماہی "المنتہیٰ" لاہور کے شمارہ نمبر 19،18 کو "اشاعت خاص" کے طور پر شائع فرماکر عام کیا۔ یہ شمارہ جنوری تا جون 2022ء پر مشتمل ہے۔

اس اشاعت خاص کا سرورق نہایت جاذب نظر اور دل کش ہے۔ سرورق "مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اور مسجد نبوی کے مینار کے نقش سے مزین ہے۔

آغاز میں حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے "حمد باری تعالیٰ" ہے۔ اس کا مطلع کچھ یوں ہے:

دوسرا کون ہے، جہاں تو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تو ہے

مقطع اس طرح ہے:

محرم راز تو بہت ہیں امیر
جس کو کہتے ہیں راز داں تو ہے

اس کے بعد علامہ محمد شہزاد مجددی کے قلم سے "ترانۂ ختم نبوت" ہے۔ اس کا مطلع ملاحظہ فرمائیں:

اس نظریے پر ہی قائم پاکستان ہمارا ہے
صدق دل سے ختم نبوت پر ایمان ہمارا ہے

مقطع دیکھیں:

آؤ اے شہزاد فدا ہو جائیں ان کی عظمت پر
ہر میدان میں حامی وناصر خود رحمن ہمارا ہے

فاضل مدیر اعلیٰ مولانا خواجہ غلام دستگیر فاروقی نے "چراغ راہ" کے عنوان سے اس خصوصی اشاعت کا اداریہ لکھا جس میں نہایت ہی اختصار سے اس خصوصی نمبر کی نہ صرف غرض وغایت سے پردہ اٹھایا بلکہ اس کی اہمیت وافادیت اور پس منظر کو بھی احاطۂ تحریر میں لایا۔

اداریہ کے بعد مقالہ نگار محققہ سدرہ عبدالخالق صاحبہ کی جانب سے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت "اظہارِ تشکر" کے زیر عنوان ان تمام معاونین کا نام لے کر شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے اس مقالہ کی تکمیل میں ان کے ساتھ بھرپور علمی و عملی تعاون کیا ہے۔ ان معاونین میں ان کی والدہ ماجدہ، ان کے چھوٹے بھائی سفیان عبدالخالق، ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری، محمد ثاقب رضا قادری، توفیق احمد جوناگڑھی، مولانا کاشف اقبال مدنی، میاں محمد عفان،

ڈاکٹر ضیاء الحق قمر کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔

اس کے بعد "مقالہ کی ترتیب کے بارے میں چند گزارشات" پیش کی ہیں۔ جن میں مقالہ کا پس منظر بھی پیش کیا گیا ہے۔

پیش نظر مقالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب کا عنوان "مصنف کے احوال و آثار اور تصانیف" ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی فصل میں بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی مختصر مگر انتہائی جامع انداز میں احاطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

دوسری فصل میں ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں آپ کی لکھی گئی اٹھارہ تصانیف کے نام ترتیب زمانی کے تحت دیئے گئے ہیں اور ان کی دستیاب شدہ چودہ تصانیف کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اسی فصل میں آپ کی ادارت میں ختم نبوت کے تحفظ میں جاری ہونے والا ماہ نامہ "تائید الاسلام" لاہور کی سات خصوصی اشاعتوں کا تعارف و تبصرہ بھی شامل ہے۔

ماہ نامہ "تائید الاسلام" لاہور اپنے عہد میں نہایت مقبول عام رسالہ تھا۔ اسے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند افغانستان، افریقہ، مصر، شام اور برما وغیرہ کے بھی شہرت عام حاصل تھی۔

فصل سوم میں "چند نئے گوشے" شامل ہیں۔ جن میں بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک حیات کے چند نہایت اہم گوشے دیئے گئے ہیں۔ ان گوشوں میں ذیلدار خاندان، جامعہ فتحیہ اچھرہ، اور میاں قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ (1862ء-1952ء) کا تعارف بھی شامل ہے۔

فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی میں میاں قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ فتحیہ اچھرہ کا کردار بھی نہایت نمایاں رہا ہے۔

مقالے کے دوسرے باب کا عنوان "عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت" ہے۔ اس کی پہلی فصل میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت دی گئی ہے اور قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ختم نبوت کے دلائل دیئے گئے ہیں۔

دوسری فصل میں فتنۂ قادیانیت کی مختصر سی تاریخ قارئین کے سامنے رکھی گئی ہے۔

مقالے کے آخری باب سوم بھی تین فصلوں پر مشتمل ہے جن میں دفاع ختم نبوت میں بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کا نہایت محققانہ اور مؤرخانہ انداز میں نہایت اختصار سے جائزہ لیا گیا ہے۔

مقالے کے اختتام پر مقالہ نگار محققہ سدرہ عبدالخالق صاحبہ نے "خلاصۂ تحقیق" کچھ اس انداز میں پیش فرمایا ہے گویا دریا کو کوزے میں سمو دیا گیا ہے۔

بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے حوالے سے فاضلہ مقالہ نگار نے چھے سفارشات پیش فرمائی ہیں جن کے تحت آپ کی حیات و خدمات پر دائرۂ تحقیق کو مزید بڑھایا جا سکتا ہے۔

آخر مصادر و مراجع کی فہرست بھی دے دی گئی ہے جس سے مقالہ کی تحقیقی و علمی حیثیت ظاہر و باہر ہے۔

سہ ماہی مجلہ "المنتہٰی" لاہور کے مدیر اعلیٰ کی جانب سے اس خصوصی اشاعت کے آخر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس شکر گڑھ منعقدہ 19/نومبر 2021ء کی رپورٹ بھی شامل کی گئی ہے نیز وفائے ختم نبوت تربیتی نشست کے تحت چوبیس جانثاران ختم نبوت کے اسمائے گرامی بھی اس نمبر کی زینت بنائے گئے ہیں۔ تحفظ ختم نبوت تربیتی کنونشن کی مختصر سی کارروائی بھی شامل ہے۔ یوں سہ ماہی "المنتہٰی" لاہور کی یہ خصوصی اشاعت ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے ایک تاریخی دستاویز کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اور پھر یہ اسلاف شناسی کی ایک نہایت عمدہ مثال بھی ہے۔

ناچیز ہیچ مدان مقالہ نگار محققہ سدرہ عبدالخالق صاحبہ، اس کے تمام معاونین اور ناشر مولانا خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کی خدمت میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ بہت خوب اللّٰھم زد فزد۔

امید واثق ہے کہ حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سہ ماہی "المنتہٰی" کی اس خصوصی اشاعت سے اہل ذوق کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور محققین تاریخ ختم نبوت کے لئے بھی یہ مشعل راہ سے کم نہیں ہے۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اسے شرف قبولیت سے نوازے، شہرت عام اور بقائے دوام بخشے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تجزیہ

# تاریخ مباحثۂ لاہور

## ”تحفظ ختم نبوت کی ایک تاریخی دستاویز

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے چیلنج اور لاف زنی کے جواب میں اگست 1900ء میں تاریخی بادشاہی مسجد لاہور میں ایک فیصلہ کن مباحثہ طے ہوا جس میں اہل اسلام کی جانب سے مرزا آنجہانی سے مباحثہ کے لیے سلطان العلما قبلۂ عالم حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی علیہ الرحمۃ علما و مشائخ کے جھرمٹ میں حاضر ہوئے۔ اس تاریخی مباحثہ کے حوالے سے کئی صاحبانِ علم و فضل نے قلم اٹھایا ہے۔ ان میں علامہ مفتی فیض احمد فیض علیہ الرحمۃ نے ”مہر منیر“، علامہ شاہ حسین گردیزی نے ”مہر جہاں تاب“، ”تجلیات مہر انور“، حاجی نواب الدین چشتی گولڑوی نے ”آفتاب گولڑہ اور فتنۂ مرزائیت“، مولانا محمد صدیق ہزاروی نے ”حضرت پیر سید مہر علی شاہ اور رد قادیانیت“ مولانا غلام یٰسین گولڑوی نے ”عقیدہ ختم نبوت و پاسبان ختم نبوت“، میجر غضنفر عباس قیصر فاروقی نے ”فتح مبین در اثبات ختم نبوت“، غلام دستگیر فاروقی نے ”تاجدارِ گولڑہ اور جہاد ختم نبوت“ میں اس تاریخی مباحثہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اسی طرح ماہ نامہ ”تبیان“ کراچی کے ”مجدد گولڑوی نمبر“، ماہ نامہ ”ضیائے حرم“ کے ”ختم نبوت نمبر“، ماہ نامہ ”لا نبی بعدی“ لاہور کے ”مجاہدین ختم نبوت نمبر“، ماہ نامہ ”مہر منیر“ اسلام آباد کے ”خاتم النبیین نمبر“ اور ماہ نامہ ”الحقیقہ“ شکر گڑھ کے ”تحفظ ختم نبوت نمبر“ میں بھی اس تاریخی مباحثہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

کچھ عرصہ قبل صادق علی زاھد نے ”سیف مہریہ بر فتنۂ مرزائیہ“ میں اس مباحثے پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لیکن اہل سنت کے شاہین صفت نوجوان ڈاکٹر محمد ثاقب رضا قادری زید مجدہ اب ایک ایسی عظیم وضخیم اور معرکہ آرا کتاب ”تاریخ مباحثۂ لاہور“ لے کر سامنے آئے ہیں۔ آپ نے حسب سابق اس کتاب میں بھی تحقیق انیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نہایت متانت اور سنجیدگی سے اس تاریخی مباحثہ لاہور کے تفصیلی و تحقیقی احوال کو صفحۂ قرطاس پر لے کر آئے ہیں۔ یہ کتاب جہاں ”مہریات“ کے حوالے سے اب تک شائع ہونے والی کتابوں میں سے اپنی موضوع پر انتہائی وقیع اور بے مثال و لاجواب کتاب ہے۔ وہاں رد قادیانیت میں بھی تاریخی مباحثہ لاہور میں اب تک شائع ہونے والی کتابوں میں بھی اس کی مثال ملنا محال ہے۔ آپ نے نہایت محققانہ اور مؤرخانہ انداز میں اس تاریخی مباحثہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

کتاب کے ماخذ و مراجع پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ فاضل محقق نے 1900ء میں اس مباحثہ کے حوالے سے اس وقت کے ان تمام اخبارات و رسائل کو نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے جن میں اس مباحثہ کو کسی نہ کسی طرح زیر بحث لایا گیا تھا۔ اس عہد کا شاید ہی کوئی اخبار یا رسالہ ہو جو ڈاکٹر محمد ثاقب رضا قادری صاحب کی عقابی نگاہ کے سامنے نہ آیا ہو۔

آپ نے قادیانی اخبارات و رسائل کو بھی کھنگالا اور انہیں اس تاریخی مباحثہ کے حوالے سے آئینہ دکھایا ہے اور اس مباحثہ کے حوالے سے ان کی جانب سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا نہایت ہی احسن انداز میں ازالہ کیا ہے۔ آپ کی اس معرکہ آرا کتاب سے یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو جاتی ہے کہ 1900ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف برپا ہونے والا مباحثہ فتنۂ قادیانیت میں آخری کیل ثابت ہوا ہے۔

ماشاءاللہ، فاضل محقق کا راہوار قلم اس بار بھی خوب چلا ہے، کتاب میں مناسب مواقع پر عنوانات، پیرابندی اور حواشی سے کتاب کی تحقیقی و تنقیدی حیثیت عیاں ہو جاتی ہے۔ فاضل محقق فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے نئے زاویوں سے سوچتے ہیں اور پھر ان سوچوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے اہداف کا تعین کرتے ہیں اور مطلوبہ مواد کو نہایت ہی سلک مروارید کی طرح کتابی صورت میں لے آتے ہیں۔ اب تک آپ کئی معرکے سر کر کے علمی و تحقیقی میدان میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ ”تاریخ مباحثۂ لاہور“ بھی آپ کا ایک ایسا زندہ و جاوید کارنامہ ہے جسے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل رہے گا۔

ناچیز ہیچ مدان اپنے ممدوح ڈاکٹر محمد ثاقب رضا قادری کو تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے یہ تاریخی دستاویز منصہ شہود پر لانے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ بہت خوب اللھم زد فزد

ختم نبوت کے حوالے سے یہ نہایت یادگار تاریخی دستاویز کو منظر عام پر لانے کا سہرا محمد کامران مقصود کے سر جاتا ہے جنھوں نے نہایت آب و تاب سے اسے اپنے ادارہ ورلڈ ویو پبلشرز لاہور کے زیر اہتمام شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل فاضل محقق، اس کے ناشر کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے بلکہ اس کے تمام قارئین کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

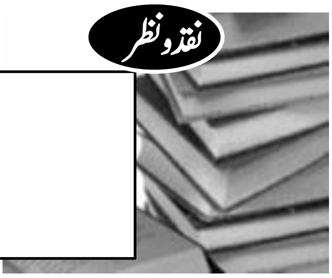


# سال نامہ فروغِ نعت شمارہ (۱)

تبصرہ نگار: مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پور

سال نامہ فروغ نعت (شمارہ: 1)
ترتیب و تہذیب: مہتاب پیامی
ضخامت: 150 صفحات
ناشر: بزم فروغ نعت مبارک پور

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں تعریف و توصیف یا خوبی بیان کرنا۔ نعت ایک عام لفظ ہے لیکن اردو اور فارسی میں اسے ایک مخصوص معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، یہ لفظ ان زبانوں میں حضور سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی، آپ کی تعریف و توصیف آپ کے فضائل و مناقب، اخلاق و شمائل موزوں طریقے سے بیان کرنے کے لیے خاص ہو گیا ہے اب ہم جب بھی نعت کا لفظ سنتے ہیں تو ہمارے دریچۂ ذہن پر یہی معنی چھا جاتا ہے۔

نعت گوئی اول وقت میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بہت آسان کام ہے لیکن درحقیقت یہ ایک دشوار ترین اور محتاط امر ہے اس میدان میں بڑے ہی ادب اور حزم و احتیاط کے ساتھ گزرنا پڑتا ہے کیوں کہ اگر ذرا سی بھی بے احتیاطی ہوئی تو شاعر کا اسلام و ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے۔
(الملفوظ، ج:2، ص:40)

مبارک پور علم و ادب اور شعور و آگہی کا ایک اہم مرکز رہا ہے مختلف ادوار میں ارباب علم و فن اس صنف نعت میں طبع آزمائی کی اور نعت رسول مقبول کے حوالے سے اہل مبارک پور میں کافی ذوق اور شوق رچا بسا ہے۔ عید میلاد النبی کے موقع پر جلوس میں انجمنیں نعت کے اشعار گنگناتے ہوئے قصبہ کا گشت کرتی ہیں اس کے علاوہ یہاں بکثرت میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہوا کرتی ہیں جس میں انجمنیں نعت خوانی و قصیدہ خوانی کرتی ہیں ان کی زیادہ تر نعتیں مبارک پوری شعرا کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

میں یہ بات کہوں کہ عصر حاضر میں اسی فیصد انجمنیں شاعر اسلام الحاج ماسٹر مہتاب عالم پیامی کے کلام پیش کرتی ہیں تو اس میں بالکل بھی مبالغہ کی آمیزش نہ ہوگی بلکہ یہ مبنی برحقیقت ہے، اہل قصبہ اور مبارک پور کی انجمنیں اس پر شاہد ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ مہتاب پیامی اس راہ میں بڑی محنت کرتے ہیں خود بھی نعت کہتے ہیں، دوسرے شعرا کے کلام کی اصلاح بھی فرماتے ہیں، اور شعرا کی فیلڈ تیار کرتے رہتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ انھوں نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی ہے جس کا مقصد ہی فروغ نعت ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "فروغ نعت" اسی مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کی غرض و غایت کے سلسلے میں مہتاب پیامی رقم طراز ہیں:

"فروغ نعت کے سلسلے میں ایسی تحریک کی بنیاد ڈالی جائے جس کے تحت نعت اور دیگر اسلامی اصناف کو حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق عصری اسلوب میں پابند فن شاعری کے تحت پیش کیا جائے اور کچھ نئے کلام کہنے والے بھی نعت کی طرف مائل ہو سکیں۔

2020ء میں جب میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار رفیق محترم ارشاد احمد صاحب ارشاد مبارک پوری، بلال مبارک پوری، حضرت مولانا جاوید چشتی اور دیگر احباب سے کیا تو سب نے میری تائید کی اتفاق رائے سے تحریک کے لیے "بزم فروغ نعت" نام تجویز



استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ہوا۔"(فروغ نعت، ص:3)

مہاب پیامی ہر شمسی مہینے کی 20/ تاریخ کو رسول کریم ﷺ کی ولادت سعادت والی شمسی 20/ اپریل کی تاریخ کی مناسبت سے اپنے دولت کدے پر ایک محفل منعقد کرتے ہیں جس میں قصبہ مبارک پور و مضافات کے شعرا کو مدعو کرتے ہیں ان کو ایک مصرع طرح دے کر اس زمین پر نعت لکھنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بحمدہ تعالی یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ آج تک قائم ہے، اس کتاب میں پیامی صاحب نے انہی شعرا کے چیدہ کلام جمع کیے ہیں۔

ویسے تو یہ فروغ نعت کا مجلہ نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے لیکن اس کتاب میں مبارک پور کے ماضی قریب کے بعض شعرا کے حالات زندگی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی جہت سے مرتب کتاب اور بزم فروغ نعت سے رہا ہے ساتھ ہی ان کے دیوان کے مخصوص کلام کے بعض اشعار شامل کیے ہیں۔

جن لوگوں کے تعارفی خاکے پیش کیے گئے ہیں ان کے اسما حسب ذیل ہیں:

مولانا محمد خلیل مصباحی گوہر مبارک پوری علیہ الرحمہ، مولانا قمر الزماں قمر مبارک پوری، مولانا محمد اسلم نظامی مصباحی، حافظ محمد عمر اشرفی مبارک پوری علیہ الرحمہ اور عزیز برقی مبارک پوری۔

عزیز برقی کے علاوہ سارے حضرات کے سوانحی خاکے مرتب کتاب پیامی صاحب ہی نے مرتب کیے ہیں، انھوں نے اس سوانحی خاکوں کے ضمن میں کچھ خطوط متعیّن کیے ہیں تاکہ مستقبل میں کوئی مرد دل چاہے تو ان خطوط کی روشنی میں ہر ایک شاعر پر ضخیم کتاب مرتب کر سکتا ہے۔ واللہ الموفق

حضرت حافظ عمر مبارک پوری علیہ الرحمہ کے احوال و کوائف کو پیامی صاحب نے قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حافظ عمر مبارک پوری عرصۂ دراز تک جامعہ اشرفیہ کے شعبہ حفظ کے استاذ رہے، بہت سارے طلبہ نے آپ کی بارگاہ میں زانوے تلمذ تہ کیا، آپ کی درس گاہ فیض سے بہت سارے حفاظ کرام فارغ ہوئے اور آج ملک کے طول و عرض میں خدمت قرآن انجام دے رہے ہیں۔

حافظ عمر مبارک پوری کی ذات میں رب العالمین نے بہت سی خوبیاں اور کمالات و دیعت فرمائے تھے۔ آپ صوم و صلاۃ کے پابند، خدار سیدہ بزرگ، منکسر المزاج، خوش اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سچے عاشق رسول بھی تھے اور تمام عمر مسلک حق مسلک اہل سنت و جماعت پر سختی کے ساتھ عامل و کاربند رہے۔ اللہ رب العزت نے آپ پر بے پناہ احسان و کرم فرمایا تھا، رسول اللہ ﷺ کی نظر عنایت آپ کی طرف متوجہ رہی اور آپ متعدّد بار خواب میں سرکار دوعالم ﷺ جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

مہتاب پیامی لکھتے ہیں:

"عشق رسالت مآب ﷺ آپ کی رگ رگ میں لہو بن کر سرگرداں تھا، آپ کے دل کی دھڑکن یا رسول اللہ! یا رسول اللہ کا وظیفہ کیا کرتی تھی اور آنکھوں میں جمال گنبد خضرا کی رعنائیوں کا بسیرا ہوا کرتا تھا۔

آپ اپنے اشعار میں دیدار کی خواہش کا جس شدت سے اظہار فرمایا کرتے تھے اس کی جزا انھیں جیتے جی ملی۔ ثقہ راویوں کے بیان کے مطابق حضرت حافظ محمد عمر اشرفی کو متعدّد بار خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آخری بار خواب میں زیارت مصطفی ﷺ کی دولت لازوال ایام مرگ وصال میں ہوئی۔

اے خوشا قسمت عمر تیرے مقدر کو سلام
خواب میں جلوے نبی کے دیکھتا ہے تو

(مہتاب پیامی، ص:36،37)

مہتاب پیامی مزید لکھتے ہیں:

"مسلک حق کے تصلب کے حوالے سے ایک واقعہ میرے ذہن میں محفوظ ہے میں اسے قارئین کی نذر کرتا ہوں:

ہم لوگ ایک دعوت میں موجود تھے اس میں حضرت حافظ عمر مبارک پوری علیہ الرحمۃ بھی تھے آپ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک بار کسی مجلس میں حضرت امام حسین کی شان میں میرا منقبتی کلام پیش کیا گیا۔ اس کو کسی رافضی نے سنا اور خوب پسند کیا دوسرے دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اتنے اچھے کلام کہتے ہیں اگر آپ اپنا تخلص بدل دیتے تو بہت اچھا ہوتا آپ کی اور بھی پذیرائی ہوتی (یعنی آپ اپنے مقطع میں اپنا تخلص "عمر" استعمال کرتے تھے) اور وہ حضرت عمر کے دشمنوں میں تھا وہ چاہتا تھا کہ عمر کے بجائے دوسرا تخلص استعمال کرتے تو ہم بھی آپ کو اپنی محفلوں میں مدعو کرتے آپ نے فرمایا کہ کل تک تخلص بدلنے کا ارادہ تھا مگر اب نہیں۔

آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حافظ عمر صاحب کے اندر صحابۂ کرام سے محبت کا جذبہ کس قدر موجود تھا صحابہ کے دشمنوں سے

بے زار تھے اور دنیاوی عزت و تکریم کے لیے کبھی بھی بد مذہبوں کی مجلس میں جانا گوارا نہ کیا۔

جیسا کہ بتایا گیا...بزم فروغ نعت کے تحت پیامی صاحب کے دولت کدے پر ہر ماہ کی بیس تاریخ کو ایک محفل منعقد ہوتی ہے جس میں ایک مصرع طرح پر شعرا کلام پیش کرتے ہیں اس کتاب میں کل چودہ نشستوں کی روداد کو شامل کیا گیا ہے۔ ان بزموں میں بیس سے پچیس شعرا شرکت کرتے ہیں اور دیئے گئے مصرع طرح پر اپنا کلام پیش کرتے ہیں مسلسل شرکت والے شعرا کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

الحاج ماسٹر مظہر چشتی، مفتی توفیق احسن برکاتی، مولانا جاوید چشتی، شاہد حسن مبارک پوری، مہتاب پیامی، امیر اشرف مبارک پوری، حافظ اسد اللہ مبارک پوری، سفر اعظمی، ثاقب مبارکپور، رفیق قریشی مبارک پوری، جاوید مبارک پوری، الحاج مقبول احمد ادریسی، عبد الخبیر دانش مبارک پوری، شمس الدین، ساقی ادیبی، احمر مبارک پوری، منیر احمد ساگر ادیبی، فراز ادیبی وغیرہ۔

یہ اور دیگر شعرا بلا ناغہ ہر بزم میں شرکت کرتے ہیں اور اپنے اپنے کلام پیش کرتے ہیں۔ ان کے کلام کے بعض اشعار اس کتاب میں مرتب نے شامل فرمائے ہیں۔ کلام نہایت عمدہ اور اچھے ہیں جب کہ بعض میں کچھ کمیاں رہ گئی ہیں، یہ ان لوگوں کے کلام ہیں جو نوآموز ہیں، امید ہے کہ مستقبل قریب میں وہ بھی اچھے نعت نگار بن کر ابھریں گے اور نعتیہ شاعری کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دیں گے۔

کتاب کا سرورق دیدہ زیب ہے، پشت پر مرتب نے حضرت حافظ عمر مبارک پوری اور مولانا خلیل گوہر مبارکپوری کا ایک ایک کلام شائع کیا ہے۔ کتاب میں پروف کی غلطیاں نہ کے برابر ہیں، من جملہ کتاب بہت اچھی ہے البتہ ایک کمی یہ رہ گئی ہے کہ اس میں ملنے کے پتے درج نہیں ہیں کہ اگر کوئی صاحب ذوق اس کا مطالعہ کرنا چاہے تو اسے کہاں سے حاصل کرے۔

اخیر میں مرتب کتاب مہتاب پیامی اور بزم فروغ نعت کی پوری ٹیم کو ہدیۂ تبرک پیش کرتے ہیں، امید ہے کہ یہ گراں قدر سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ پیامی صاحب کو استقامت عطا فرمائے اور نعت رسول مقبول کے حوالے سے آپ کی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ❊❊❊

**(ص:7 کا بقیہ)** دوران حج اللہ وحدہ لاشریک کا خوب ذکر کرنے کی تعلیم دی، اور فرمایا: فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

جب تم مناسک حج کی ادائیگی سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ایسے ہی ذکر جیسے اپنے آبا و اجداد کیا کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ کرو۔

اس طرح قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ حج اللہ کی عبادت ہے، اور اللہ کی عبادت کے دوران غیر اللہ کی طرف توجہ کی گنجائش نہیں، چہ جائیکہ مدحیہ اشعار فخریہ قصائد کی اجازت دی جائے۔

## قربانی کے بعد دیوار کعبہ پر خون کا چھڑکاؤ:

اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ الحج 37)

یعنی اللہ کی بارگاہ میں جانوروں کا گوشت اور خون پیش نہیں ہوتا، اس کی بارگاہ میں تمھارا تقوی پیش ہوتا ہے، اسی طرح اس نے تمھارے لیے جانوروں کو مسخر کیا تاکہ تم اس کی عطا کردہ ہدایت پر اس کی کبریائی بیان کرو، اور مخلص بندوں کو خوش خبری سنا دو۔

قرطبی اور در منثور وغیرہ کتب تفاسیر میں ہے کہ دور جاہلیت کے کفار و مشرکین کا معمول تھا کہ جب وہ قربانی کرتے تو جانوروں کا خون مسجد حرام میں چھڑکتے، دیوار کعبہ پہ لگاتے، اور گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر پتھروں پر رکھ دیتے، اور ان خود ساختہ رسومات کو کعبہ کی تعظیم، قربانی کی قبولیت اور اپنے لیے بہت بڑی سعادت کا ذریعہ تصور کرتے تھے، موسم حج میں مسلمان کعبہ شریف پہنچے، اور انھوں نے دور جاہلیت کے اس عمل کے سلسلے میں دریافت کیا تو مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ گوشت پوست پر ثواب نہیں دیا جاتا، بلکہ تقوی اور حسن نیت پر ثواب دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے دیوار کعبہ کو خون سے آلودہ کرنے، اور حدود حرم میں قربانی کا گوشت ضائع کرنے کی رسم کا خاتمہ کر دیا، اور اس بات کی تعلیم دی کہ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کی جانب سے عائد کردہ احکامات کے مطابق قربانی کی جائے، اور ہر قسم کے غیر شرعی اور جاہلانہ رسومات سے پرہیز کیا جائے، اسی میں عافیت اور بھلائی ہے۔ *** (جاری)

خیابانِ حرم

# نعتیں

اُنکے قدموں سے لپٹ جاؤں قضا سے پہلے
اپنے دامن میں چھپالیں گے سزا سے پہلے
اُن کے انوار سے روشن ہے خلا کا سینہ
اُن کی تخلیق ہوئی ارض و سما سے پہلے
اُن کی تعظیم مقدم ہے سخن دانی پر
اشک سجدہ کریں پیمانِ وفا سے پہلے
لفظ جتنے ہوں غلامی کا عمامہ باندھیں
دے خدا ایسا ہنر رزقِ ثنا سے پہلے
چوم لوں حضرتِ حسان کے آثارِ قلم
اذنِ گویائی بھی لوں کلکِ رضا سے پہلے
موسمِ عشق کے آدابِ وفا بھی سیکھو
شہرِ طیبہ کی کھلی آب و ہوا سے پہلے
تنگ دامانی کا احساس ہے اب کتنا شدید
ہاتھ خالی تھے زرِ صلِّ علیٰ سے پہلے
خشک ہے کب سے مرے خطۂ دل کی مٹی
ٹوٹ کر برسے مری آنکھ گھٹا سے پہلے
سر برہنہ ہے ابھی میری زمیں کی ممتا
ہو عطا اس کو ردا میری ردا سے پہلے
اہلِ طائف کی شقاوت، وہ پیمبر کی دعا
یاد کرلیتا ہوں ہر کرب و بلا سے پہلے
حاضری اس درِ اقدس کی بھی لازم ہے ریاضؔ
عرضِ بخشش کے لیے پیشِ خدا سے پہلے

سارے انسانوں کی پہچان ہے چہرہ تیرا
ہر حوالے سے ضروری ہے حوالہ تیرا
تیرے قدمین کا دھوون ہے جمالِ ہستی
مَیں بیاں کیسے کروں حسنِ سراپا تیرا
مجھ کو بھی رزقِ ثنا، اذنِ شفا، بالِ ہما
تیرا در چھوڑ کے جائے کہاں منگتا تیرا
مَیں نے قرآن پڑھا، تیرے محاسن دیکھے
ہر صحیفہ ہے حقیقت میں قصیدہ تیرا
ختم ہونا تھا نبوت کا یہ منصب تجھ پر
ہر زمانہ، مرے آقا ہے زمانہ تیرا
لازمی ہے چلیں احکامِ شریعت پہ مگر
مغفرت کے لیے کافی ہے وسیلہ تیرا
لاکھ خِلعت ہے تری ایک غلامی پہ نثار
میری زنجیر کا ہر ایک ہے حلقہ تیرا
آج بھی پھول کھلے شاخِ برہنہ پہ بہت
آج بھی ابرِ کرم ٹوٹ کے برسا تیرا
اِک تسلسُل سے نبی آتے رہے دنیا میں
تاکہ ہر دور میں ہوتا رہے چرچا تیرا
گنبدِ سبز کو ڈھونڈے ہے سرِ حشر، ریاضؔ
مرکزِ عشق وہی ایک مدینہ تیرا

**ریاض حسین چودھری علیہ الرحمۃ**

## نعمتِ نسیان

تین یا زیتون ہے یا نخل یا رُمّان ہے
فصل جو بھی ہے، نبی کے فضل کا سامان ہے
مرچکا ہوں اور میرے ہونٹ پر مُسکان ہے
یہ بھی محبوبِ خدا کا بولتا فیضان ہے
آپ کی امت کا ہر بہلول ہے دانا، حضور
دیکھنے میں ہے گداگر، اصل میں سلطان ہے
ورنہ کب کی پھٹ چکی ہوتیں دماغوں کی نسیں
آپ کے صدقے میسر نعمتِ نسیان ہے
چرخِ رفعت سرنگوں ہے اس کے بوسے کے لیے
کتنا عالیشان اے قصویٰ ترا پالان ہے
کس قدر آسان نسخہ آپ نے بخشا ہمیں
موت یاد آتی رہے تو زندگی آسان ہے
آپ کی امت میں ہوں، کم تول دوں، ممکن نہیں
میری فطرت یانبی "لَا تُخسرُوا المیزان" ہے
ڈل دو اپنے کرم کا ایک پسنگا یا نبی
نیکیوں کے ہلکے پلے سے یہ دل ہلکان ہے
نعت کیا ہے؟ ذوقِ بوصیری کا سچا آئینہ
ہے زہیر و کعب کا فن، ندرتِ حسان ہے
نعت موضوعِ کتابِ عشقِ حق ہے آج تک
نعت ابوابِ محبت کا جلی عنوان ہے
غور سے دیکھے کوئی الحمد سے والناس تک
آیت آیت اک مرصع نعت کُل قرآن ہے
جس میں زندہ ہوں نہ ان کی یاد کی آبادیاں
دل وہ شہرستاں نہیں مہتاب قبرستان ہے

**مہتاب پیامی**

سفر آخرت

# قاری غلام غوث الوری کا سانحۂ ارتحال

مبارک حسین مصباحی*

قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی کا یکم ذی الحجہ 1443ھ/یکم جولائی 2022ء قریب 3/ بجے شب حرکت قلب بند ہو جانے سے وصال پر ملال ہو گیا۔ آپ کا وطن کٹسہرہ بازار ضلع گورکھ پور ہے۔ وہیں آپ نے آخری سانس لیا۔ ان دنوں آپ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ میں شعبۂ قراءت و تجوید کے بڑے استاد تھے۔ اسی مدرسہ میں ہم نے آپ کی متعدّد بار زیارت کی اور کئی بار لمبی ملاقاتیں بھی رہیں۔

آپ ماشاء اللہ خلیق اور خوب رو تھے، وضع قطع، رہن سہن، لباس اور طرزِ زندگی میں تجوید و قراءت کا رنگ صاف جھلکتا تھا، چہرہ پر کشش، نورانی پیشانی، آپ کی مسکراہٹ میں قیامت کی جلوہ ریزیاں ہوتی تھیں، کم سن تھے مگر اپنے موضوع پر جب بولتے تو لگتا تھا معلومات کا ذخیرہ رکھتے ہیں۔

آپ نے دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، شعبۂ تجوید و قراءت اور عربی علوم کی تعلیم حاصل فرمائی، بعد میں استاذ القرا حضرت قاری احمد ضیا ازہری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں لکھنؤ آئے اور ان کے تدریسی فیضان سے افقِ تجوید و قراءت پر فنکار ستارہ بن کر چمکے، ملک اور بیرون ملک نام روشن کیا، فراغت کے بعد حسب ذیل مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں:

(1) درالعلوم اہلِ سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، سنت کبیر نگر

(2) دار العلوم لطیفیہ، سلطان پور

(3) دار العلوم حنفیہ، قلابہ، ممبئ

(4) چند برس ماریشش افریقہ میں درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔

(5) 2010ء سے مستقل مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔

اسی دوران آپ سے ہماری ملاقاتیں رہیں، آپ کے ملک اور بیرون ملک کثیر تلامذہ ہیں۔ احباب اور متعلقین کا دائرہ بھی وسیع ہے۔ آپ کی رحلت جہان اہلِ سنت کے لیے بڑا خسارہ ہے۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے استاذِ گرامی حضرت قاری خلق اللہ خلیق فیضی، سابق شیخ التجوید دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف نے پڑھائی۔

دعاے مغفرت کرنے والوں کی تو لمبی تعداد ہے، خاص طور پر آپ کے ہمدرد دوست استاذ القرا حضرت قاری ذاکر علی قادری دام ظلہ العالی نے دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ دعاے مغفرت فرمائی، نمازِ جنازہ میں بڑی تعداد میں علما، قرا، تلامذہ اور عوام نے شرکت فرمائی۔ آپ کی تدفین آبائی قبرستان موضع کٹسہرہ ضلع گورکھ پور میں ہوئی۔

ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ ان کے اہلِ خانہ اعزہ و اقارب اور محبین کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اے مولا تو رحیم و کریم ہے، انھیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ *****

# قاری غلام غوث الوری برکاتی کا وصال پر ملال

مولانا محمد عرفان قادری**

مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ کے مؤقر استاذ، فن تجوید اور قرأت قرآن کے مختلف لہجوں پر عبور رکھنے والے مایہ ناز قاری، استاذ القرا حضرت مولانا حافظ و قاری غلام غوث الوری برکاتی کا یکم ذی الحجہ 1443ھ/1 جولائی 2022 قریب 3 بجے شب اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ وہ 30 جون بروز جمعرات بالکل صحیح و سالم ذاتی ضرورت کے تحت لکھنؤ سے اپنے گھر کٹسہرہ بازار ضلع گورکھپور گئے تھے۔ رات میں اچانک طبیعت خراب ہوئی اور 3 بجے کے آس پاس شب جمعہ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ رجعون

ذی الحجہ 1443ھ کے چاند کی رویت کی تصدیق کے بعد رات میں میں نے اپنے فیس بک آئی ڈی سے احباب کو ماہ قرباں کی مبارکبادی کا

*mubarakmisbahi@gmail.com/
** مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

پیغام دیا اور نماز فجر کے بعد اسی فیس بک پر قاری صاحب کے سانحہ ارتحال کی المناک خبر نشر کرنی پڑی۔ کسے معلوم تھا کہ قاری صاحب اتنی جلد ہم سب کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ لیکن موت تو یقینی ہے جب پیغام اجل آجاتا ہے تو نہ ایک لمحہ آگے ہوتا ہے نہ ہی پیچھے۔ اس لیے مومن کے پاس اللہ کی رضا پر راضی رہنے اور صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ قاری صاحب مرحوم انتہائی خوش نصیب تھے کہ انہیں عشرہ ذی الحجہ اور شب جمعہ میں موت نصیب ہوئی جس کی بے شمار فضیلتیں حدیث پاک میں موجود ہیں۔

حضرت قاری غلام غوث الورٰی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کے شاندار حافظ، جید قاری اور فن تجوید و قرأت کے ماہر استاذ تھے۔ آپ ظریف الطبع اور خوش مزاج انسان تھے۔ جس محفل میں بیٹھ جاتے اسے لالہ زار بنا دیتے۔ اسٹاف اور آنے والے ہر مہمان سے مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملنا اور ان کی خیریت دریافت کرنا آپ کی عادت میں شامل تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو عربی لہجات میں قرآن کریم کی تلاوت کا ہنر عطا فرمایا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ متاثر کن لب و لہجہ کے مالک تھے۔ جس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی عربی النسل قاری کلام الٰہی کی تلاوت کر رہا ہے۔ طلبہ کو مشاقی کرانے میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ سے اکتساب فن کرنے والے حنفیہ ضیاء القرآن کے متعدّد طلبہ مقابلہ قرأت کے بڑے بڑے پروگراموں میں امتیازی پوزیشن حاصل کیے۔ آپ کے اچانک انتقال سے قرأت قرآن کی دنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ بالخصوص مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کا بہت بھاری نقصان ہوا۔

## حصول تعلیم اور تدریسی خدمات:

قاری غلام غوث الورٰی برکاتی نے ناظرہ اور حفظ قرآن مجید کی تعلیم دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ مؤید الاسلام گھر میں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف سے فن تجوید اور عربی درجات کی تعلیم کی تکمیل کے بعد لکھنؤ میں مقری اعظم ہندوستان حضرت علامہ قاری احمد ضیا ازہری علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچ کر فن قرأت میں مہارت حاصل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم لطیفیہ سلطان پور، دارالعلوم حنفیہ قلابہ ممبئی اور کچھ سال ماریشس (افریقہ) میں درس و تدریس اور امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیا۔ (تنویر الاسلام امرڈوبھا میں تدریسی ایام کے دوران اپنے استاذ و شیخ مجود اعظم ہند علامہ قاری احمد ضیا ازہری علیہ الرحمہ سے برابر علمی و فنی استفادہ کرتے رہے کیوں کہ ان دنوں حضرت مقری اعظم ہند دس پندرہ یوم امرڈوبھا میں فن قرأت کی تعلیم دیتے تھے) 2010 سے مدرسہ حنفیہ لکھنؤ میں مستقل طور پر تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ بیٹی کی شادی 20 فروری 2022 کو نہایت سادگی اور پروقار طریقے سے اپنے ہی شاگرد حافظ و قاری محمد عثمان غنی سے کر دی تھی۔ بڑے بیٹے محمد نوری اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں جب کہ چھوٹے بیٹے حافظ محمد جیلانی مدرسہ حنفیہ میں تکمیل حفظ کے بعد دور کر رہے ہیں۔ قاری غلام غوث الورٰی برکاتی کو شہزادہ سید العلما حضرت علامہ سید نظمی میاں برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے سیکڑوں تلامذہ دینی درس گاہوں میں فن قرأت اور خدمت قرآن کریم میں مصروف عمل ہیں۔ قاری غلام غوث الورٰی برکاتی کو جماعت اہل سنت کے علما و قرا میں مقبولیت حاصل تھی اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جب سے مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن میں تشریف لائے، بانی ادارہ، فخر القرا حضرت قاری ذاکر علی قادری مدظلہ النورانی کی معیت نے آپ کی شہرت و مقبولیت میں چار چاند لگا دیا۔

انتقال کی خبر ملتے ہی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن سمیت پوری جماعت اہل سنت میں غم کی لہر دوڑ گئی اور قاری صاحب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت، ایصال ثواب اور تعزیتی پیغامات و بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے صدر المدرسین قاری ذاکر علی قادری نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے تعزیتی کلمات میں کہا کہ قاری غلام غوث الورٰی برکاتی فن تجوید و قرأت کے ماہر و ممتاز اور تجربہ کار استاذ تھے۔ وہ میرے انتہائی قریبی دوست اور ہم سبق ساتھی تھے۔ لکھنؤ میں مجود اعظم ہند علامہ قاری احمد ضیا ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہم دونوں لوگوں نے علوم قرأت کو سیکھا۔ میری ہی گزارش پر وہ ممبئی سے لکھنؤ تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے تشریف لائے۔ ان کا ناگہانی انتقال نہ صرف حنفیہ ضیاء القرآن کے لیے بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت ادارہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کی تمام تر دینی خدمات کو قبول فرما کر بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور بہتر اجر عطا فرمائے۔

یکم جولائی بعد نماز عشاء ساڑھے دس بجے شب سیکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں آبائی قبرستان کٹسہرہ میں سپرد خاک ہوئے۔ نماز جنازہ قاری صاحب مرحوم کے مشفق ترین استاذ حضرت مولانا قاری خلق اللہ خلیق فیضی سابق شیخ القرآت دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف نے پڑھائی۔ قل شریف کے بعد مولانا موصوف اور فخر القرا حضرت قاری ذاکر علی قادری نے مرحوم کی بخشش، بلندی درجات اور اہل خانہ کے صبر و سلامتی کے لیے رقت آمیز دعائیں کیں۔

اللہ رب العزت ہمارے علما و مشائخ، حفاظ و قرا اور مدارس اہل سنت کی حفاظت فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ☆☆☆

# صدائے بازگشت

## طبیعت کی ناسازی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فقیر کی طبیعت پھر ناساز ہو گئی ہے ۔ احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میرے تمام احباب کو ہمیشہ شاد وآباد اور با مراد رکھے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ۔

طالب الدعا:

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

## ابھی تو جہانِ اہلِ سنت کی بڑی بڑی خدمات انجام دینی ہیں

سماحت الشیخ حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنی ناسازی کی افسوس ناک خبر سے افسردہ کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد صحت وعافیت سے سرفراز فرمائے آمین ابھی تو آپ کو جہان اہل سنت کی بڑی بڑی خدمات انجام دینا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات پر خصوصی فضل وکرم فرمایا ہے مختصر ایام میں حیرت انگیز کارنامے منصہ شہود لے آتے ہیں ہم لوگ سوچتے رہ جاتے ہیں اور آپ عملی طور کر کے رکھ دیتے ہیں یقیناً آپ کی شخصیت ہم لوگوں کے قابل صد رشک ہے اللّٰھم زدفزد

آپ کا اپنا- احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

خادم التدریس والصحافہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

## شاد وآباد رہیں قدرداں میرے

مکرمی ! اس دنیائے آب وگل میں ایک انسان کئی امتحانات سے دوچار ہوتا ہے ، اس پر کبھی خوشی اور کبھی غمی کے لمحات آتے ہیں ۔ کبھی بہار اور کبھی خزاں کی کیفیات سے گزرتا ہے ۔ ہر انسان کا اپنا ایک حلقۂ احباب ہوتا ہے جو اس کی خوشی کے لمحات میں خوش اور غمی کے لمحات میں غمگین ہوتا ہے ۔

الحمد للہ ، اس ناچیز ہیچ مدان کا بھی ایک وسیع وعریض علمی وروحانی حلقۂ احباب ہے جو دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے ۔ پھر دنیا ایک گلوبل ویلیج بن چکی ہے ۔ جوں ہی ناچیز ہیچ مدان کے کوئی خوشی کے لمحات سامنے آتے ہیں تو میرا سارا حلقۂ احباب خوشی ومسرت سے جھوم اٹھتا ہے ۔ اور جوں ہی میری علالت کی خبر ان تک پہنچتی ہے تو میرا سارا حلقۂ احباب بے چین وپریشان ہو کر رہ جاتا ہے ۔ میری صحت یابی کے لیے ان کے ہاتھ دعا کے لیے بے اختیار اٹھ جاتے ہیں ۔ کچھ احباب حرمین شریفین میں حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں ۔ انہوں نے وہاں میرے لیے خصوصی دعائیں مانگیں ۔ حضرت قبلہ امیر اہل سنت الحاج محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا ۔ علما ومشائخ نے اجتماعی طور پر دعائیں فرمائیں ۔۔ بعض نے تحریری طور پر اپنی دعاؤں سے سرفراز فرمایا ، بعض نے صوتی رابطہ کر کے خیریت دریافت کی ۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے ناچیز ہیچ مدان اپنے تمام حلقۂ احباب کا شکریہ ادا کر سکوں ۔ شکریہ شکریہ شکریہ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میرے حلقۂ احباب پر اپنا خصوصی لطف وکرم فرمائے ، ان سب کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے ، دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے ۔ آمین

## عید الاضحیٰ کی مبارک باد

ناچیز ہیچ مدان کی جانب سے آپ کی خدمت بابرکت میں نہایت خلوص ومحبت سے عید الاضحیٰ کی پیشگی مبارک ہو ۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل عالم اسلام پر اپنا فضل وکرم فرمائے ۔ آپ کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کو ہمیشہ شاد وآباد اور بامراد رکھے ۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے ۔ ہمیں ہر قسم کی ریاکاری اور نمود ونمائش سے بچائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے ۔ آمین ثم آمین

شکر گزار ، دعا گو ودعا جو

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل پاکستان

# خیر و خبر

## تعزیتی اجلاس

لکھنؤ 4/ جولائی۔ قرآن کریم کو پڑھنا اور پڑھانا بہت بڑی سعادت مندی ہے۔ حدیث شریف میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کو بہتر شخص قرار دیا گیا ہے۔ قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی رحمۃ اللہ علیہ بہترین قاری اور عظیم مجود تھے۔ ان کی پوری زندگی خدمت قرآن میں گذری۔ سیکڑوں تلامذہ نے ان سے قرأت قرآن اور فن تجوید کو سیکھا۔ خدمت قرآن کے سلسلے میں یہ اعلیٰ کارنامہ ان کے لیے عظیم صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار علامہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی نے کیا۔ وہ یہاں مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج میں قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی کی یاد میں منعقد تعزیتی اجلاس کو خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ موت برحق ہے۔ سب کو ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے مگر بعض موتیں دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی کی رحلت سے بھی پوری جماعت کو انتہائی صدمہ پہنچا۔ وہ قوم کی عظیم امانت تھے۔ فن قرأت کے میدان میں مرحوم نے جو کارہائے نمایاں انجام دیا اسے صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی نے کہا کہ قاری صاحب سے اکتساب علم کرنے والے حفاظ و قراء ان کی علمی تحریک کو آگے بڑھائیں یہی ان کے حق میں بہترین خراج عقیدت ہے۔ جلسہ کی قیادت مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے صدر المدرسین قاری ذاکر علی قادری، سرپرستی ادارہ کے منیجر حاجی محمد افتخار حسین برکاتی، نظامت مولانا قاری جمیل احمد نظامی نے کی۔ آغاز قاری ابوشحمہ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ فیضان رضا شاہی، اشتیاق احمد نیپالی نے نعت و منقبت پیش کی۔ صلوٰۃ و سلام اور قل شریف کے بعد ڈاکٹر انوار احمد بغدادی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کے استاذ مولانا امید علی قادری، قاری محمد ظفیر رضوی، قاری محمد ایوب اشرفی، مولانا محمد عظیم ازہری، مولانا محمد عرفان قادری، مولانا محمد فہیم مصباحی، قاری نور محمد اشرفی، قاری تبریز عالم قادری، مولانا عبد القیوم مصباحی، ماسٹر مظہر حسین، حاجی سید رسول حسن برکاتی، محمد عمر خاں، ڈاکٹر حمایت جائسی، ڈاکٹر نفیس احمد صدیقی، حاجی مشرف زماں حشمتی، آصف خاں، صغیر احمد قادری، حاجی محمد شبراتی، حاجی یار محمد، دلدار خاں، دل شیر علی، ڈاکٹر محمد سلطان، محمد صدیق کے علاوہ دیگر اساتذہ و طلبہ اور اراکین و معززین موجود تھے۔

## علامہ ہاشم نعیمی کا انتقال پرملال

21 شوال المکرم 1443ھ مطابق 23 مئی 2022ء استاذ الاساتذہ نمونہ اسلاف علامہ ہاشم رضوی شیخ معقولات جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے وصال پرملال کی خبر دہشت اثر سن کر خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمان پور تکیہ شریف بارسوئی کٹیہار کے جملہ اصحاب و افراد غم و اندوہ سے دوچار ہو گئے۔ سب نے کلمۂ استرجاع کہتے ہوئے اپنی اپنی نم آنکھوں سے حضرت موصوف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یاد کرتے ہوئے ان کی ناقابل فراموش دینی و علمی خدمات کو سراہا۔ ادارے میں عام تعطیل کا اعلان کیا گیا، اسباق بند کر دیے گئے، پھر اہلیان خانقاہ سمیت مدرسہ کے جمیع اساتذہ و طلبا نے صبح ۱۰ بجے محفل قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا انعقاد کیا صاحبِ سجادہ و سرپرست و ناظم اعلی مدرسہ خانقاہ لطیفیہ حضرت علامہ و مولانا شاہ خواجہ نور عالم لطفی نعیمی نے دعائیہ کلمات ادا کیے اور شیرینی تقسیم کی گئی، بعد نماز ظہر ایک خصوصی تعزیتی مجلس منعقد ہوئی جس میں مفتی محمد شمیم اختر رضوی اور مولانا خواجہ ساجد عالم لطفی مصباحی، نیز سینئر استاذ مولانا انصر رضا امجدی اور حافظ و قاری اویس رضا نے اپنے اپنے خطابات سے علامہ مولانا ہاشم رضوی علیہ الرحمۃ کی تدریسی، تصنیفی۔ تحریکی، تبلیغی، مسلکی اور جماعتی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اخیر میں ماسٹر غلام حیدر نے نذرانہ صلاۃ و سلام پیش کیا اور پیر طریقت علامہ مولانا شاہ تہذیب عالم لطفی مصباحی کی رقت انگیز دعا پر بزم کا اختتام ہوا۔

از شعبہ نشر و اشاعت خانقاہ عالیہ مدرس لطیفیہ

رحمن پور تکیہ شریف، بارسوئی، کٹیہار

*****

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

# THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

AUG 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

## الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریبًا گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔والسلام

عبد الحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

## DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

| (For Education) برائے تعلیمی چندہ | (For Construction) برائے تعمیری چندہ |
|---|---|
| (1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom<br>**Central Bank of India**<br>**A/C 3610796165**<br>IFSC. Code: CBIN 0284532 | (1) Aljamiatul Ashrafia<br>**Central Bank of India**<br>**A/c 3610803301**<br>IFSC. Code: CBIN 0284532 |
| (2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom<br>**Union Bank of India**<br>**A/C 303001010333366**<br>IFSC. Code: UBIN 0530301<br>Branch Code: 530301 | (2) Aljamiatul Ashrafia<br>**Union Bank of India**<br>**A/c 303002010021744**<br>IFSC. Code: UBIN 0530301<br>Branch Code: 530301 |
| (3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom<br>**Punjab National Bank**<br>**A/c 05752010021920**<br>IFSC. Code : PUNB0057510 | (3) Aljamiatul Ashrafia<br>**Punjab National Bank**<br>**A/c 05752010021910**<br>IFSC. Code : PUNB0057510 |

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

**BHIM UPI Payments Accepted at**
**Darul Uloom Ahle Sunnat**
**Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom**
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

**Only for Foreign Countries**. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN